نمبر سلسلہ اشاعت (۲۲)

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مبارکہ

حقوق الاسلام

مصنفہ

مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح

بماہ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

ادارہ اشرف العلوم نانک واڑہ کراچی سے شائع ہوا

لاہور میں یہ کتاب اور جملہ مذہبی کتب ملنے کا پتہ

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ نئی انارکلی لاہور

قیمت ۳ر

(ہول اینڈ لٹری پریس حسن علی آفندی روڈ کراچی)

حقوق الاسلام

از تصانیف لطیفہ مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرفنا فی کتابہ بقولہ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد الذی ایقظنا بقولہ مَنْ کَانَتْ لَہٗ مَظْلَمَۃٌ لِاَخِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اَوْ مَالِہٖ فَلْیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْھَمٌ اَیْ یَوْمَ الْفَصْلِ وعلی آلہ واصحابہ الَّذِیْنَ وَصَلُوْا کُلَّ فَرْعٍ اِلَی الْاَصْلِ۔

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ نقلاً و عقلاً یہ امر ثابت ہی کہ ہم لوگوں سے کچھ حقوق کا مطالبہ کیا گیا ہے، جس میں بعض حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں اور بعض بندوں کے۔ اور بندوں کے حقوق میں سی بعض دینی ہیں اور بعض دنیوی، پھر دنیوی میں بعضے حقوق اقارب کے ہیں۔ بعض اجانب کے اور بعض حقوق خاص لوگوں کے ہیں۔ بعض عام مسلمانوں کے، بعض اپنے سے بڑوں کے ہیں۔ بعض چھوٹوں کے، بعض مساوی درجہ والوں کے، وعلیٰ ہذا القیاس۔

اور بوجہ بے علمی کے اکثر لوگوں کو بعضے حقوق کی اطلاع بھی نہیں، اور بعض کو بوجہ بدعملی اُن کے ادا کرنے کا اہتمام نہیں، اس لئے دل نے چاہا کہ ایک مختصر تحریر میں سب میں جمع ہو جائیں۔ تو امید فائدہ کی ہے۔ چونکہ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کا رسالہ حقیقت الاسلام جس کا حوالہ احقر نے فروع الایمان میں دیا ہے اس مضمون میں کافی و وافی تھا، اس لئے اسی کا خلاصہ کر دینا کافی سمجھا گیا۔ البتہ بعض مضامین کہیں کہیں بضرورت بڑھائے گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اس کا نام حقوق الاسلام رکھتا ہوں۔ اور اس میں چند فصلیں ہیں، اور ہر ایک فصل میں ایک ایک حق کا بیان ہے۔

فصل اوّل (حقوق اللہ تعالیٰ) سب سے اوّل بندہ کے ذمہ اللہ جلّ شانہٗ کا حق ہے۔ جس نے طرح طرح کی نعمتیں ایجاد و ابقاء[1] کی عنایت فرمائیں۔ گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے۔ ہدایت پر عمل کرنے کے صلہ میں طرح طرح کی نعمتوں کی امید دلائی، اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں کے ذمہ یہ ہیں:- (۱) ذات و صفات کے متعلق موافق قرآن و حدیث کے اپنا اعتقاد رکھے (۲) عقائد و اعمال و معاملات و اخلاق میں جو اُن کی مرضی کے موافق ہو اختیار کرے۔ اور جو اُن کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اس کو ترک کرے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کو سب کی رضا و محبت پر[2] مقدم رکھے۔ (۴) جس سے محبت یا بغض رکھے یا کسی کے ساتھ احسان یا دریغ[3] کرے سب اللہ کے واسطے کرے۔

۱؎ پیدا کرنے اور باقی رکھنے کی۔ ۲؎ مستعد شفیع۔ ۳؎ ترک احسان ۱۲ ش

فصل دوم (حقوق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) چونکہ ذات وصفات و مرضیات و نامرضیات الٰہی کی شناخت ہم لوگوں کو بتوسط حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہوئی، اور ان کے پاس ملائکہ وحی لائے۔ اسی طرح بہت سی دنیوی منافع و مضار بذریعہ انبیاء علیہم السلام کے دریافت ہوئے۔ اور بہت سے ملائکہ ہماری فائدوں کے کاموں پر متعین ہیں اور باذن الٰہی ان کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔ اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام و حضرات ملائکہ علیہم السلام کا حق حقتعالیٰ کے حق میں داخل ہوگیا، بالخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے زائد ہم پر ہے اس لئے آپ کا حق بھی سب سے زائد ہے۔

وہ چند حقوق یہ ہیں (۱) آپ کی رسالت کا اعتقاد رکھے۔ (۲) تمام احکام میں آپ کی اطاعت کرے۔ (۳) آپ کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے۔ (۴) اور آپ پر صلوٰۃ سلام پڑھا کرے۔

حضرات ملائکہ علیہم السلام کے یہ حقوق ہیں (۱) اُن کے وجود کا اعتقاد رکھے (۲) ان کو گناہوں سے پاک سمجھے (۳) جب اُن کا نام آئے علیہ السلام کہے۔ (۴) مسجد میں بدبودار[1] چیزیں کھا کر جانے سے یا مسجد میں ریح صادر کرنے جیسے ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے اس سے احتیاط کرے۔ اور بھی جن امور سے ملائکہ کو تکلیف

---

[1] جیسے کچا لہسن، پیاز، مولی، پان، تمباکو وغیرہ اسی طرح مسجد میں مٹی کا تیل جلانے یا دیا سلائی کھینچنے سے بھی بدبو پھیلتی ہے۔ اس سے بھی اجتناب کریں ۱۲ محمد شفیع

و تنفر ہو ان سے احتراز لازم سمجھے۔ مثلاً تصویر رکھنا یا بلا ضرورتِ شرعی کتا پالنا یا جھوٹ بولنا، جنابت میں براہِ سستی پڑا رہنا کہ نماز بھی برباد ہو جائے، بلا ضرورت شرعی یا طبی برہنہ ہونا گو خلوت میں ہو۔

فصل سوم (صحابہ و اہل بیت) حضرات صحابہ و حضرات اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو چونکہ حضورِ سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دینی اور دنیوی دونوں طرح کا تعلق ہے اس لئے آپ کے حق میں ان حضرات کے حقوق بھی داخل ہو گئے ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) ان حضرات کی اطاعت کریں (۲) ان حضرات سے محبت رکھے۔ (۳) ان کے عادل ہونیکا اعتقاد رکھے۔ (۴) ان کے محبّین[۱] سے محبت اور مبغضین[۲] سے بغض رکھے۔

فصل چہارم (علماء و مشائخ) چونکہ علماء ظاہر باطن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور مسند نشین ہیں اس لئے ان حضرات کے حقوق بھی حضورؐ کے حق میں داخل ہیں وہ یہ ہیں:۔ (۱) فقہائے مجتہدین و علمائے محدثین و اساتذہ و مشائخ طریقت و مصنفین دینیات کے لئے دعاءِ خیر کرتا رہے۔ (۲) حسب حکمِ شرعی ان کا اتباع کریں (۳) جو ان میں زندہ ہوں ان سے تعظیم و محبت سے پیش آئے۔ ان سے بغض و مخالفت نہ کرے۔ (۴) حسب وسعت و ضرورت ان حضرات کی مالی خدمات بھی کرتا رہے۔

---

[۱] محبت رکھنے والے ۱۲ [۲] بغض و عداوت رکھنے والے ۱۲

فصل پنجم (حقوق والدین) یہ حضرات مذکورین تو دینی نعمتوں میں واسطہ تھے، اس لئے ان کا حق لازم تھا۔ بعضے لوگ دنیوی نعمتوں کے ذرائع ہیں، انکا حق شرعاً ثابت ہے۔ مثلاً ماں باپ کہ ایجاد اور پرورش ان کی توسط سے ہوتی ہے ان کے حقوق یہ ہیں:۔ (۱) اُن کو ایذا نہ پہونچائے اگرچہ ان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو۔ (۲) قولاً و فعلاً ان کی تعظیم کرے۔ (۳) مشروع امور میں ان کی اطاعت کرے (۴) اگر اُن کو حاجت ہو مال سے ان کی خدمت کرے اگرچہ وہ دونوں کافر

فصل ششم:۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد اُن کے یہ حقوق ہیں:۔ (۱) ان کے لئے دعا مغفرت و رحمت کرتا رہے۔ نوافل و صدقات مالیہ کا ان کو پہنچاتا رہے۔ (۲) ان کے ملنے والوں کے ساتھ رعایت مالی و خدمت بد و حسن اخلاق سے پیش آئے۔ (۳) اُن کے ذمہ جو قرضہ ہو اس کو ادا کرے (۴) گاہ گاہ اُن کی قبر کی زیارت کیا کرے۔

فصل ہفتم (اجداد وغیرہ) دادا، دادی، نانا، نانی، کا حکم شرعاً مثل ماں باپ کے ہے۔ پس اُن کے حقوق بھی مثل ماں باپ کے سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح خالہ ماموں مثل ماں کے اور چچا اور پھوپھی مثل باپ کے ہیں۔ حدیث میں[۱] طرف اشارہ آیا ہے۔

فصل ہشتم:۔ (اولاد) جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں اسی طرح

[۱] ھل لک من خالۃ ۱۲ لو اعطیتھا اخو الک ان عم الرجل صنو ابیہ۔

ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں، وہ یہ ہیں:
(۱) نیکبخت عورت سے نکاح کرنا تاکہ اولاد اچھی پیدا ہو۔ (۲) بچپن میں محبت کے ساتھ ان کو پرورش کرنا کہ اولاد کو پیار کرنیکی بھی فضیلت آئی ہے بالخصوص لڑکیوں سے دل تنگ نہ ہونا، اُن کی پرورش کرنیکی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اگر انا کا دودھ پلانا پڑے تو خلیق اور دیندار انا تلاش کرنا کہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق میں آتا ہے۔ (۳) انکو علمِ دین وادب سکھلانا۔ (۴) جب نکاح کے قابل ہوں انکا نکاح کر دینا۔ اگر لڑکی کا شوہر مرجائے تو نکاح ثانی ہونے تک اس کو اپنے گھر آرام سے رکھنا، اس کے مصارف ضروریہ برداشت کرنا۔

فصل نہم (مرضعہ) انا بھی بوجہ دودھ پلانے کے مثل ماں کے ہے۔ اس کے حقوق بھی وارد ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔ (۱) اس کے ساتھ ادب و حُرمت سے پیش آنا۔ (۲) اگر اس کو مالی حاجت ہو اور خود کو وسعت ہو اس سے دریغ نہ کرنا۔ (۳) اگر میسر ہو تو ایک غلام یا لونڈی خرید کرکے اس کو خدمت کے لئے دینا۔ (۴) اس کا شوہر چونکہ اس کا مخدوم ہے اور یہ اس کی مخدومہ ہے تو اس کے شوہر کو مخدوم المخدوم سمجھکر اس کے ساتھ بھی احسان کرنا۔

فصل دہم:۔ سوتیلی ماں چونکہ باپ کے قرین ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے اس لئے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں فصل ششم کے ۲ میں جو مذکور ہوا ہے کافی ہے۔

فصل یاز دہم حدیث میں ہے کہ بڑا بھائی مثل باپ کے ہے۔ اس سے لازم آیا کہ چھوٹا بھائی مثل اولاد کے ہے۔ پس ان میں باہمی ویسے ہی حقوق ہونگے جیسے مابین والدین و اولاد کے ہیں۔ اسی پر بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کر لینا چاہئے۔

فصل دواز دہم اسی طرح باقی قرابت داروں کے بھی حقوق آئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) اپنے محارم اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی کوئی قدرت نہ رکھتے ہوں تو بقدر کفایت ان کے نان و نفقہ کی خبر گیری مثل اولاد کے واجب ہے۔ اور محارم کا نان و نفقہ اس طرح تو واجب نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے۔ (۲) گاہ بگاہ اُن سے ملتا رہے۔ (۳) اُن سے قطع قرابت نہ کرے، بلکہ اگر کسی قدر ان سے ایذا بھی پہونچے تو صبر افضل ہے۔ (۴) اگر کوئی قریب محرم اس کی ملک میں آجائے وہ فوراً آزاد ہو جاتا ہے۔

فصل سیز دہم استاد اور پیر چونکہ باعتبار تربیت باطنی کی مثل باپ کے ہیں اس لئے ان کی اولاد یا اقارب سے ایسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جسطرح اپنے ماں باپ یا اقارب کے ساتھ۔ لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی یہ بھی ایک تفسیر ہے۔ اس مقام سے حضرات سادات کرام کا اکرام و احترام بھی معلوم کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ شاگرد مُرید مثل اولاد کے ہیں تو اپنے استاد کا شاگرد یا اپنے پیر کا مُرید بمنزلہ اولاد اپنے باپ کے ہوا

پس اس کے حقوق مثل بھائی کے سمجھے قرآن مجید میں الصاحب بالجنب جو آیا ہے اس میں بھی داخل ہے۔

فصل چہاردہم (حقوق شاگرد و مرید) چونکہ شاگرد و مُرید بمنزلہ اولاد کے ہے شفقت و دلسوزی میں، ان کا حق مثل حق اولاد کے ہے۔

فصل پانزدہم (حقوق زوجین) حقوق زوجین میں شوہر کے ذمہ یہ ہیں:- (۱) اپنی وسعت کے موافق اس کے نان و نفقہ میں دریغ نہ کرے۔ (۲) ان کو مسائل دینیہ سکھلاتا رہے۔ اور عمل نیک کی تاکید کرتا رہے۔ (۳) اس کے محارم اقارب سے گاہ بگاہ اس کو ملنے دے۔ اس کی کم فہمیوں پر اکثر صبر و سکوت کرے۔ اگر احیاناً ضرورت تادیب کی ہو تو توسط کا لحاظ رکھے۔ اور زوجہ کے ذمہ یہ حقوق ہیں:- (۱) اس کی اطاعت اور ادب و خدمت و دلجوئی و رضا جوئی پورے طور سے بجالائے۔ البتہ غیر مشروع امر میں عذر کردے۔ (۲) اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے۔ (۳) اس کا مال بلا اجازت خرچ نہ کرے۔ (۴) اس کے اقارب سے سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے۔ بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم سمجھ کر ادب و تعظیم سے پیش آئے۔

فصل شانزدہم (حاکم و محکوم) حاکم و محکوم کے حقوق میں حاکم میں بادشاہ و نائب بادشاہ اور آقا وغیرہ، اور محکوم میں رعیت اور نوکر وغیرہ

سب داخل ہیں۔ اور جہاں مالک و مملوک ہوں وہ بھی داخل ہوجائینگے حاکم کے ذمہ یہ حقوق ہیں:۔ (۱) محکوم پر دشوار احکام نہ جاری کرے۔ (۲) اگر باہم محکومین میں کوئی منازعت ہوجائے عدل کی رعایت کرے۔ کسی جانب میلان نہ کرے۔ (۳) ہر طرح ان کی حفاظت و آرام رسانی کی فکر میں رہے۔ داد خواہوں کو اپنے پاس پہنچنے کے لئے آسان طریقہ مقرر کرے۔ (۴) اگر اپنی شان میں اس سے کوئی کوتاہی یا خطا ہوجائے کثرت سے معاف کردیا کرے۔ اور محکوم کے ذمہ یہ حقوق ہیں:۔ (۱) حاکم کی خیرخواہی و اطاعت کرے۔ البتہ خلاف شرع امر میں اطاعت نہیں۔ (۲) اگر حاکم سے کوئی امر خلاف طبع پیش آئے صبر کرے شکایت و بددعا نہ کرے۔ البتہ اس کی نرم مزاجی کے لئے دعا کرے۔ اور خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اہتمام کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ حکام کے دل کو نرم کردیں۔ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے۔ (۳) اگر حاکم سے آرام پہنچے اس کے ساتھ احسان کی شکرگذاری کرے۔ (۴) براہ نفسانیت اس سے سرکشی نہ کرے۔ اور جہاں غلام پائے جاتے ہوں غلاموں کا نان نفقہ بھی واجب ہے۔ اور غلام کو اس کی خدمت چھوڑ کر بھاگنا حرام ہے۔ باقی محکومین آزاد ہیں دائرے حکومت میں رہنے تک حقوق ہونگے اور خارج ہونے کے بعد ہر وقت مختار ہیں۔

فصل ہفتدہم (مصاہرہ) قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ

علاقہ معاہرۃ کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر اور سالے و بہنوئی اور داماد اور بہو اور ربیب یعنی بیوی کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر ہوتا ہے۔ اس لئے ان تعلقات میں بھی رعایت احسان و اخلاق کے کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

فصل ہشتدہم (حقوق عام مسلین) علاوہ اہل قرابت کے اجنبی مسلمانوں کے بھی حقوق ہیں۔ اصبہانی نے ترغیب و ترہیب میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حقوق نقل کئے ہیں:۔ (۱) بھائی مسلمان کی لغزش کو معاف کرے۔ (۲) اس کے رونے پر رحم کرے (۳) اس کے عیب کو ڈھانکے۔ (۴) اس کے عذر کو قبول کرے۔ (۵) اس کی تکلیف کو دور کرے۔ (۶) ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔ (۷) اس کی حفاظت و محبت کرے۔ (۸) اس کے ذمہ کی رعایت کرے۔ (۹) بیمار ہو، تو عیادت کرے۔ (۱۰) مرجائے تو جنازے پر حاضر ہو۔ (۱۱) اس کی دعوت قبول کرے۔ (۱۲) اس کا ہدیہ قبول کرے۔ (۱۳) اس کے احسان کے مکافات کرے۔ (۱۴) اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرے۔ (۱۵) موقع پر اس کی نصرت کرے۔ (۱۶) اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرے۔ (۱۷) اس کی حاجت روائی کرے۔ (۱۸) اس کی درخواست کو سنے۔ (۱۹) اس کی سفارش قبول کرے۔ (۲۰) اس کی مراد سے نا امید نہ کرے۔

(۲۱) وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے (۲۲) اس کی گمشدہ چیز کو اس کے پاس پہنچا دے۔ (۲۳) اس کے سلام کا جواب دے۔ (۲۴) نرمی و خوش خلقی کے ساتھ اس سے گفتگو کرے۔ (۲۵) اس کے ساتھ احسان کرے۔ (۲۶) اگر وہ اس کے بھروسہ قسم کھا بیٹھے تو اس کو پورا کر دے۔ (۲۷) اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو اسکی مدد کرے۔ اگر وہ کسی پر ظلم کرتا ہو روک دے۔ (۲۸) اس کے ساتھ محبت کرے دشمنی نہ کرے۔ (۲۹) اس کو رسوا نہ کرے۔ (۳۰) جو بات اپنے لئے پسند کرے اس کے لئے بھی پسند کرے۔

اور دوسری احادیث میں یہ حقوق زیادہ ہیں۔ (۳۱) ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے اور مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے۔ (۳۲) اگر باہم اتفاقاً کچھ رنجش ہو جائے تین روز سے زیادہ ترک کلام نہ کرے (۳۳) اس پر بدگمانی نہ کرے۔ (۳۴) اس پر حسد و بغض نہ کرے۔ (۳۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر بقدر امکان کرے۔ (۳۶) چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر کرے۔ (۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہو جائے ان میں باہم صلح کرا دے۔ (۳۸) اس کی غیبت نہ کرے۔ (۳۹) اس کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچائے نہ مال میں نہ آبرو میں۔ (۴۰) اگر سواری پر سوار نہ ہو سکے یا اس پر اسباب نہ لاد سکے تو اس کو سہارا لگا کر

یہ بہت بری بات ہے۔

فصل بست ششم (یتیمی وضعفاء) اسی طرح جو دوسروں کا دست نگر ہو۔ جیسے یتیم و بیوہ یا عاجز و ضعیف یا مسکین و بیمار و معذور یا مسافر یا سائل، ان لوگوں کے یہ حقوق زائد ہیں:۔ (۱) ان لوگوں کی مالی خدمت کرنا۔ (۲) ان لوگوں کا کام اپنے ہاتھ پاؤں سے کر دینا۔ (۳) ان لوگوں کی دلجوئی و تسلی کرنا۔ (۴) ان کے حاجت و سوال کو رد نہ کرنا۔

فصل بست ہفتم (مہمان) اسی طرح مہمان کہ اس کے یہ حقوق ہیں:۔ (۱) آمد کے وقت بشاشت ظاہر کرنا، جانے کے وقت کم از کم دروازہ تک مشایعت کرنا۔ (۲) اس کی معمولات و ضروریات کا انتظام کہ جس سے اس کو راحت پہنچے۔ (۳) تواضع و تکریم و مدارات کے ساتھ اس سے پیش آنا، بلکہ اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرنا (۴) کم از کم ایک روز اسکے لئے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا مگر اتنا ہی کہ جس میں نہ اپنے کو تردد ہو نہ اس کو حجاب ہو۔ اور کم از کم تین روز تک اس کی مہمانداری کرنا۔ اتنا تو اس کا ضروری حق ہے۔ اس کے بعد جسقدر وہ ٹھیرے میزبان کی طرف سے احسان ہے۔ مگر خود مہمان کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے۔ نہ زیادہ ٹھیر کر، نہ بیجا فرمائشیں کر کے، نہ اس کی تجویز طعام و نشست و خدمت وغیرہ میں دخل دے۔

فصل بست و دوم (دوست) اسی طرح جس سے خصوصیت کے ساتھ دوستی ہو قرآن مجید میں اس کو اقارب و محارم کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس کے یہ آداب و حقوق ہیں ۱۔ (۱) جس سے دوستی کرنا ہو اول اس کے عقائد و اعمال و معاملات و اخلاق خوب دیکھ بھال لے۔ اگر سب امور میں اس کو مستقیم و صالح پائے اس سے دوستی کرے ورنہ دور رہے۔ صحبتِ بد سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ اور مشاہدہ سے بھی اس کا ضرر محسوس ہوتا ہے۔ جب ایسا کوئی ہم جنس ہم مشرب میسر ہو اس سے دوستی کا مضائقہ نہیں۔ بلکہ دنیا میں سب بڑھ کر راحت کی چیز دوستی ہے۔ (۲) اپنی جان و مال سے کبھی اس کے ساتھ دریغ نہ کرے (۳) کوئی امر خلاف مزاج اس سے پیش آجائے اس سے چشم پوشی کرے۔ اگر اتفاقاً شکر رنجی ہو جائے فوراً صفائی کر لے اس کو طول نہ دے۔ دوستوں کی شکایت حکایت کبھی لطف سے خالی نہیں مگر اس کو لے کر نہ بیٹھ جائے۔ (۴) اس کی خیر خواہی میں کسی طرح کوتاہی نہ کرے۔ نیک مشورہ سے کبھی دریغ نہ کرے اس کے مشورہ کو نیک نیتی سے سُنے۔ اور اگر قابل عمل ہو قبول کرے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں جس طرح متبنّٰی بنانے کی رسم ہے کہ اس کو بالکل تمام احکام میں مثل اولاد کے سمجھتے ہیں، شریعت میں

اس کی کوئی اصل نہیں۔ اثر تبنیت کا دوستی کے اثر سے زائد نہیں۔ چونکہ اس کے ساتھ قصداً خصوصیت پیدا کی ہے اس لئے دوستی کے ضابطہ میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ باقی میراث وغیرہ اس کو کچھ نہیں مل سکتی، کیوں کہ میراث اضطراری امر ہے، اختیاری نہیں۔ کہ جس کو چاہا میراث دلوادی، جس کو چاہا محروم کر دیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جو رسم عاق کرنے کی ہے یعنی کسی اولاد کی نسبت کہہ مرتے ہیں کہ اس کو میری میراث نہ دیجائے شرعاً محض باطل ہے جیسا اوپر معلوم ہوا کہ میراث اضطراری امر ہے اختیاری نہیں۔

فصل نسبت سوم (حقوق بنی آدم) جس طرح مشارکت قرابت یا اسلام سے بہت سے حقوق ثابت ہوتے ہیں، بعضے حقوق محض مشارکت نوعی کی وجہ سے ثابت ہو جاتے ہیں، یعنی صرف آدمی ہونے کی وجہ سے ان کی رعایت واجب ہوتی ہے گو مسلمان نہ ہو وہ یہ ہیں:۔ (۱) بے گناہ کسی کو جانی یا مالی تکلیف نہ دیں۔ (۲) بے وجہ شرعی کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے۔ (۳) اگر کسی مصیبت، فاقہ و مرض میں مبتلا دیکھے اس کی مدد کرے، کھانا، پانی دیدے، علاج معالجہ کر دے۔ (۴) جس صورت میں شریعت

نے سزا کی اجازت دی ہے۔ اس میں بھی ظلم و زیادتی نہ کرے اُسکو ترساوے نہیں۔

فصل بست و چہارم (حقوق حیوانات) اسی طرح مشارکت جنسی سے بھی بعض حقوق ثابت ہو جاتے ہیں۔ یعنی حیوانات کے حق میں بھی ان کی رعایت لازم ہے۔ وہ یہ ہیں:۔ (۱) جس جانور سے کوئی معتدبہ غرض متعلق نہ ہو اس کو مقید نہ کرے۔ بالخصوص بچوں کو آشیانہ سے نکال لانا اور ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا بڑی بے رحمی ہے۔ (۲) جو جانور قابل انتفاع ہیں ان کو بھی محض مشغلے کے طور پہ قتل کریں اس میں شکاری لوگ بہت مبتلا ہیں۔ (۳) جو جانور اپنے کام میں ہیں ان کی خورد و نوش و راحت رسانی و خدمت کا پورے طور سے اہتمام کرے۔ ان کی قوت سے زیادہ ان سے کام نہ لے۔ ان کو حد سے زیادہ نہ مارے۔ (۴) جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا بوجہ موذی ہونے کے قتل کرنا ہو تیز اوزار سے جلدی کام تمام کردے، اس کو تڑپائے نہیں۔ بھوکا پیاسا رکھکر جان نہ لے۔

فصل بست و پنجم:۔ یہ حقوق مذکورہ تو وہ تھے جو ابتدا اس کے ذمہ لازم ہیں اور بعضے وہ حقوق ہیں جو انسان خود اپنے اختیار سے اپنے ذمہ کر لیتا ہے۔ ان میں بعض حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اور وہ تین قسم ہیں۔

قسم اول:- وہ حق جس کا سبب طاعت ہے وہ نذر ہے۔ سو اگر عبادت مقصودہ کی نذر ہو تو اس کا ایفا فرض و واجب ہے۔ اور اگر عبادت غیر مقصودہ کی ہو تو ایفا مستحب ہے۔ اور اگر مباح کے ہو نغو ہے اگر معصیت کے ہو ایفاء حرام ہے۔ اور غیر اللہ کی نذر ماننا قریب شرک کے ہے

قسم دوم:- جس کا سبب امر مباح ہے۔ جیسا کفارہ یمین مباح اور قضائے رمضان مسافر و مریض کے لئے یہ حقوق واجب الادا ہیں۔

قسم سوم:- جس کا سبب معصیت ہے۔ جیسے حدود، اور کفارات جو بلا عذر شرعی روزہ افطار کرنے سے، یا قتل خطا یا ظہار سے واجب ہوتے ہوں۔ یہ حقوق بھی واجب الادا ہیں۔ اور جن حقوق کا سبب اختیاری ہے بعض ان میں حقوق العباد ہیں وہ بھی مثل اقسام مذکورہ تین قسم ہیں:۔

قسم اوّل:- جس کا سبب اطاعت ہو وہ وعدہ کا پورا کرنا ہے۔ یہ ضروری ہے اس میں کوتاہی کرنا علامت نفاق کی فرمائی گئی۔

قسم دوم:- جس کا سبب امر مباح ہو وہ دَین ہے اور جو مثل دَین کے ہے جس طرح مبیع کا تسلیم کرنا اور منکوحہ کا اپنی نفس کو سپرد کرنا، اور شفیع کو جائداد مطلوبہ دیدینا، قیمت ادا کرنا، مہر ادا کرنا

مزدور کی مزدوری دینا، عاریت اور امانت واپس کرنا یہ سب واجب ہیں۔

قسم سوم :۔ جس کا سبب معصیت ہو جیسے کسی کو قتل کر دینا، کسی کا مال چھین لینا یا چرا لینا یا خیانت کرنا یا کسی کی آبرو ریزی کرنا، سخت زبانی سے یا غیبت سے ان امور کا تدارک اور معاف کرانا فرض ہے۔ ورنہ آخرت میں اس کے بدلہ عبادت دینی ہوگی، یا سزا جھیلنی پڑے گی۔

خاتمہ ؛

جو حقوق اس کے ذمہ ہوں اگر وہ حقوق اللہ ہیں سو اگر عبادات سے ہیں تو ان کو ادا کرے۔ مثلاً اس کے ذمہ نمازیں یا کچھ روزے یا زکوٰۃ وغیرہ رہ گئی ہو ان کو حساب کر کے پورا کرے۔ اور در صورت عدم گنجائش وقت یا مال ان کے ادا کرنے کا ارادہ دل میں رکھے جب وسعت ہو اس وقت کوتاہی نہ کرے۔ اور اگر معاصی میں سے ہیں اُن سے توبہ صادق کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب معاف ہو جاتے گا۔ اور اگر وہ حقوق العباد ہیں جو ادا کرنے کے قابل ہوں ادا کرے یا معاف کرائے۔ مثلاً قرض یا خیانت وغیرہ اور جو صرف معاف کرانے کے قابل ہوں انکو فقط معاف کرالے، مثلاً غیبت وغیرہ اور اگر کسی وجہ سے اہل حقوق سے نہ معاف کرا سکتا ہے۔

نہ ادا کر سکتا ہے تو ان لوگوں کے لئے ہمیشہ استغفار کرتا رہے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو رضامند کر کے معاف کرادیں۔ مگر جب قدرت ایفاء یا استغفار کی ہو اسوقت اس میں دریغ نہ کرے۔ اور جو حقوق خود اوروں کے ذمہ رہ گئے ہوں جن سے امید وصول کی ہو بہ نرمی اُن سے وصول کرے اور جن سے امید نہ ہو یا وہ قابل وصول نہ ہوں جیسے غیبت وغیرہ سو اگر قیامت میں ان کے عوض حسنات ملنے کی توقع ہے، مگر معاف کردینے میں اور زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اس لئے بالکل معاف کردینا بالکل بہتر ہے، بالخصوص جب کوئی شخص معذرت و معافی چاہے۔ فقط والسلام۔

تمت بالخیر

۳۱۸۳

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

الحمد للہ کہ رسالہ مفیدہ

آداب المعاشرت

سنہ ۱۳۶۸ھ سنہ ۱۹۴۹ء

مصنفہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب

جو ماہ رجب سنہ ۱۳۶۸ھ میں

باہتمام احقر محمد رضی (دیوبندی) مقیم کراچی

ناظم

ادارہ اشرف العلوم کراچی سے شائع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جزء کو داخل دین سمجھا، یعنی عقائد و عبادات کو، اور علماء ظاہر نے تیسرے جزء کو بھی دین ا کیا، یعنی معاملات کو۔ اور مشائخ نے چوتھے جزء کو بھی دین قرار دیا۔ یعنی اخلاق باطنی کی اصلاح کو۔ لیکن ایک پانچویں جزء کو کہ وہ ادب معاشرت ہے قریب قریب ان تینوں طبقوں نے اِلّا ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزاء کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے، لیکن اس جزء کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا۔ اسی لئے علماً و عملاً یہ جزء بالکلیہ نسیاً منسیاً ہو چلا ہے۔ اور میرے نزدیک باہمی الفت و اتفاق میں (جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے۔ اور اس وقت عقلاء بھی بہت چیخ و پکار کر رہے ہیں۔) جو کمی ہے اس کا بڑا سبب یہ سوءِ معاشرت[۲] بھی ہے۔ کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدر و انقباض ہوتا ہے۔ اور وہ رافع مانع ہے انبساط و انشراح کا اعظم مدار ہے الفت باہمدگر کا، حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس نہیں، آیات و احادیث و اقوال حکمائے دین کے رد کرتے ہیں۔ چنانچہ

---

[۱] بھول بھلیاں، [۲] برتاؤ کا بُرا کرنا ۱۲۔

ان میں سے بعض بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو، اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔"[1]

اور ارشاد ہے کہ :۔

"دوسرے کے گھر میں گو وہ مردانہ ہو، مگر خاص خلوت گاہ ہو، بے اجازت لئے مت[2] جایا کرو۔" دیکھئے اس میں اپنے جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہئے، تا وقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے[3]۔" دیکھئے اس میں ایک نہایت خفیف امر سے محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے، اور دوسروں کو ناگوار ہوگا، ممانعت کر دی۔ اور حضور ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن اور پیاز (خام) کھائے، تو ہم سے یعنی (مجمع) سے علیحدہ[4] رہے۔" دیکھئے اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت ہوگی منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا ہے کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جاتے[5] اس میں ایسے ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔" اور ارشاد فرمایا ہے کہ "لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جاتے، مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں، ہاتھ نہ کھینچے، کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے، اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو[6]۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جاتے۔ بعضے آدمی طبعی طور پر مجبح

---

[1] سورۃ مجادلہ [2] سورۃ نور [3] متفق علیہ [4] متفق علیہ [5] متفق علیہ [6] رواہ ابن ماجہ

میں کسی چیز کے لینے سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی ہوتی ہے یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار و عذر کرنے سے شرماتے ہیں، گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہو اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے، نہ مجمع میں اس سے مانگے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابرؓ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے پوچھا کون ہے، انھوں نے عرض کیا میں ہوں، آپ نے ناگواری سے فرمایا، میں ہوں میں ہوں[1]" اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے۔ ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے تکلیف ہو الجھن میں ڈالنا ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا، مگر آپ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے[2]۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب و تعظیم یا کوئی خاص خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے، گو اپنی خواہش ہو، مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔ بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں، بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور ارشاد ہے کہ "ایسے دو شخصوں کے درمیان میں (جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں، بدون ان کے اذن کے[3]" اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسرے کو کدورت ہو، نہ چاہئے۔ اور حدیث میں ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے، اور آواز کو پست فرماتے[4]" اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی اذیت و وحشت نہ ہو۔ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] متفق علیہ ۱۲ [2] ترمذی ۱۲ [3] ترمذی ۱۲ [4] ترمذی ۱۲

کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہونچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا[1]۔ یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا، اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔
اور حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً[2] اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً[3] اور حضرت سعید بن المسیبؓ سے مرسلاً[4] مروی ہے کہ عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے۔ تھوڑا بیٹھ کر جلدی اٹھ کھڑا ہو۔ اس حدیث میں کسی قدر دقیق رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی گرانی کا سبب بھی نہ بنے۔ کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلف ہوتا ہے۔ البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔
اور حضرت ابن عباسؓ نے غسل جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت بیان فرمائی کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب مزدوری پیشہ تھے، میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی تھی، اس لئے غسل واجب کیا گیا تھا، پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا[5]۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہنچے۔ اور سنن نسائیؒ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ شب برات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہؓ سوتی ہوں گی بے چین نہ ہوں، آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کئے[6]۔ اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے، کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعتہً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔
اور صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ بن اسود سے ایک طویل قصے میں مروی ہے کہ ہم

---

[1] ابوداؤد ۱۲ [2] رزین ۱۲ [3] ۱۲ [4] بیہقی ۱۲ [5] ابوداؤد ۱۲ [6] اور جن احادیث کے حوالے متن میں نہیں ہیں وہ سب مشکوٰۃ و تعلیم الدینؒ سے نقل کی ہیں ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے، بعد عشاء اگر لیٹ رہتے۔ حضور اقدس دیر میں تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لئے سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگتے ہوں، اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سُن لیں، اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔ اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا۔ اور بکثرت حدیثیں اس باب کی موجود ہیں، روایات فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد[1] میں مشغول ہو، سلام نہ کرنا مصرّح ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت کسی مشغول شغل ضروری کے قلب کو منتشر اور جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے، اسی طرح گندہ دہنی کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہاء نے نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد نہایت ضروری ہے۔ ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بدلالت واضحہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لئے ادنیٰ درجہ میں بھی کسی قسم کی تکلیف و اذیت یا ثقل و گرانی، یا ضیق و تنگی یا تکدر یا انقباض یا کراہت و ناگواری، یا تشویش و پریشانی یا توحش و خلجان کا سبب و موجب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے اپنے قول اور اپنے فعل ہی سے صرف اس کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ خدام کے قلتِ[2] اعتنا کے موقع پر ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے چنانچہ ایک صحابی ایک ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں بدون سلام اور بدون استیذان[3]

---

[1] وظیفوں ۱۲ منہ [2] کم پرواہی ۱۲ [3] اندر آنے کی اجازت لئے ۱۲ ۱۲۴۳ ۱۲ ۱۲ ۱۲۱۲

داخل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا باہر واپس جاؤ اور السلام علیکم کیا میں حاضر ہوں کہہ کر پھر آؤ، اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس کا راس واساس ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے کلفت وایذانہ پہونچے، جس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (رواہ البخاری) اور جس امر سے اذیت ہو گو ◼ صورت خدمت مالی ہو یا جانی ہو، یا ادب وتعظیم ہو، جو عرف میں حسن خلق سمجھا جاتا ہے مگر اس حالت میں وہ سب سوء خلق میں داخل ہے۔ کیونکہ راحت، کہ جان خلق ہے مقدم ہے خدمت پر کہ پوست خلق ہے۔ اور قشر بلا لب کا بیکار رہنا ظاہر ہے، اور گو شعائر ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخر ہے باب عقائد وعبادات فریضہ سے، لیکن اس اعتبار سے (کہ عقائد وعبادات کے اخلال سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے، اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجہ میں اس کو ان دونوں پر تقدم ہے، آخر کوئی بات تو ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں اَلَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ھَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَھُمُ الۡجٰھِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا کو، کہ دال ہے حسن معاشرت پر ذکر میں مقدم فرمایا، صلوۃ وخشیت واعتدال فی الانفاق وتوحید پر جو کہ باب طاعات مفروضہ وعقائد سے ہیں اور یہ تقدم علی الفرائض تو محض بعض وجوہ سے ہے،

لہ لوگوں کے ساتھ اچھی عادت ہونا ۱۲ ؎ مسلمان (کامل) تو ◼ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کبھی کسیکو تکلیف نہ ہو اس کو بخاری نے روایت کیا ۱۲ ؎ اچھی عادت ۱۲ ؎ بری عادت ۱۲ ؎ چھلکا بغیر مغز کے ؎ جو لوگ کہ زمین پر متواضع چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں ۱۲ ؎ نماز ودرخوف وخرچ میں اعتدال کرنے اور توحید ۱۲ ؎ فرائض پر مقدم کرنا ۱۲

؎ ترمذی وابوداؤد ۱۲ منہ

لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا، ایک تو نماز روزہ کثرت سے کرتی تھی، (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی۔ دوسری زیادہ نماز روزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف ضروریات پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی، آپ نے پہلی کو دوزخی اور دوسری کو جنتی فرمایا۔ اور باب معاملات سے گو اس حیثیت مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیونکہ اس کے اختلال سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے۔ مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے۔ اور وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر خواص باب معاملات کو داخل دین سمجھتے ہیں۔ اور باب معاشرت کو بجز اخص الخواص کے بہت خواص بھی داخل دین نہیں سمجھتے۔ اور جو بعض سمجھتے بھی ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم بالشان ہے اعتقاد نہیں کرتے اور اسی وجہ سے عملاً بھی اس کا اعتنا کم کرتے ہیں، اور اخلاق باطنی کی اصلاح عبادات مفروضہ کے حکم میں ہے، جو حیثیت تقدم معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے۔ غرض اس جزء یعنی باب معاشرت کا سب اجزاء دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہ اور کسی سے من وجہ ثابت ہو گیا، مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں سے بعض کا اسکی طرف خود عملاً بھی التفات کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا، مگر دوسروں کو خواہ وہ اجانب ہوں یا اپنے متعلقین ہوں روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقود محض ہے، اس وجہ سے مدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ کچھ ضروری آداب معاشرت جن کا اکثر اوقات موقع اور اتفاق پڑتا ہے، تحریراً ضبط کر دیے جائیں،

لہ ترغیب و ترہیب منذری عن احمد و بزار و ابن حبان و حاکم و ابوبکر بن ابی ۱۲ ۲ اہتمام کے قابل ۱۲ سه پرواہ ۱۲

اور گو یہ احقر مدتوں سے اپنے متعلقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب کرتا رہتا ہے گو اس میں میری اتنی خطا ضرور ہے کہ بعض وقت مزاج میں حدت پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ معاف کر کے اصلاح فرمائے۔ اور اکثر وعظ میں بھی ایسے امور کی تعلیم و تبلیغ کرتا ہوں، مگر حسب قول مشہور "العلمُ صیدٌ والکتابۃُ قیدٌ" جو بات تحریر میں ہے تقریر میں کہاں، اس لئے تحریر ہی کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی، مگر اتفاق سے دیر ہی ہوتی گئی، خدائے تعالیٰ کے علم میں اس کا یہی وقت مقدر تھا۔ اور "کیفما اتفق" جو بات یاد آئے گی یا پیش آئے گی بلا کسی خاص ترتیب کے لکھتا چلا جاؤں گا، اگر یہ رسالہ بچوں بلکہ بڑوں کو بھی پڑھایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں لطف جنت نصیب ہونے لگے گا، جیسا کہا گیا ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

واللہ ولیُّ التوفیق وھو خیر رفیق۔

ادب ۱ :- جب کسی کے پاس ملنے یا کچھ کہنے جاؤ اور اس کو کسی شغل کی وجہ سے فرصت نہ ہو، مثلاً قرآن کی تلاوت کر رہا ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا قصداً مقام خلوت میں بیٹھا کچھ لکھ رہا ہے، یا سونے کے لئے آمادہ ہے یا قرائن سے اور کوئی ایسی حالت معلوم ہو جس سے غالباً اس شخص کی طرف متوجہ ہونے سے اس کا حرج ہوگا یا اس کو گرانی و پریشانی ہوگی، ایسے وقت میں اس سے کلام و سلام مت کرو، بلکہ یا تو چلے جاؤ، اور اگر بہت ہی ضرورت کی بات ہو تو مخاطب سے پہلے پوچھ لو کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، پھر اجازت کے بعد کہہ دے، اس سے تنگی نہیں ہوتی۔ اور یا فرصت کا انتظار کرو، جب اس کو فارغ دیکھو مل لو۔

ادب ۲ :- جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو تو ایسے موقع پر اور اس طور سے مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو، اس سے

الحمد للہ کہ اب اس کی نوبت آئی [illegible] قرار دوں گا

خواہ مخواہ اس کا دل مشوش ہو جاتا ہے اور اس کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے، بلکہ اس سے دُور اور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو؛

ادب ۳:- مصافحہ ایسے وقت مت کرو کہ دوسرے کے ہاتھ ایسے شغل میں رُکے ہوں کہ ہاتھ خالی کرنے میں اس کو خلجان ہوگا، بلکہ سلام پر کفایت کرو اور اسی طرح مشغولی کے وقت میں بیٹھنے کے لئے منتظر اجازت مت رہو بلکہ خود بیٹھ جاؤ؛

ادب ۴:- بعضے آدمی صاف بات نہیں کہتے، تکلف کے کنایات کے استعمال کو ادب سمجھتے ہیں، اس سے بعض اوقات مخاطب نہیں سمجھتا یا غلط سمجھتا ہے جس سے فی الحال یا فی المآل پریشانی ہوتی ہے، بات بہت واضح کہنا چاہئے؛

ادب ۵:- بعضے آدمی بلاضرورت دوسرے شخص کی پُشت کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں اس سے دل الجھتا ہے، یا پُشت کے پیچھے نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں، سو اگر وہ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہے تو پیچھے نماز پڑھنے والے کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتا اور محبوس ہو جاتا ہے اور اس سے تنگی ہوتی ہے؛

ادب ۶:- بعضے آدمی مسجد میں ایسی جگہ نیت باندھتے ہیں کہ گذرنیوالوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے مثلاً در کے سامنے یا دیوار شرقی سے بالکل مل کر کہ پشت کی طرف سے نکلنے کی گنجائش رہے اور نہ سامنے سے بوجہ گناہ کے گذر سکے، سو ایسا نہ کرے، بلکہ دیوار قبلہ کے قریب ایک گوشہ میں نماز پڑھے۔

ادب ۷:- کسی کے پاس جاؤ تو سلام سے یا کلام سے یا روبرو بیٹھنے سے غرض کسی طرح سے اس کو اپنے آنے کی خبر دو۔ اور بدون اطلاع کے آڑ میں ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کو تمھارے آنے کی خبر نہ ہو، کیونکہ شاید وہ کوئی ایسی بات کرنا چاہے جس پر تم کو مطلع نہ کرنا چاہیے تو بدون اس کی رضا کے اس کے

راز پر مطلع ہونا بُری بات ہے۔ بلکہ اگر کسی بات کے وقت یہ احتمال ہو کہ تمہاری بے خبری کے گمان میں وہ بات ہو رہی ہے تو تم فوراً وہاں سے جدا ہو جاؤ یا اگر تم کو سوتا سمجھ کر ایسی بات کرنے لگے تو فوراً اپنا بیدار ہونا ظاہر کر دو۔ البتہ اگر تمھارے یا کسی اور مسلمان کی ضرر رسانی کی کوئی بات ہوتی ہو تو اس کو ہر طرح سن لینا درست ہے تاکہ حفاظت ضرر سے ممکن ہو۔

ادب ۸:۔ کسی ایسے شخص سے کوئی چیز مت مانگو کہ قرائن سے یقین ہو کہ باوجود گرانی کے بھی انکار نہ کر سکے گا اگرچہ یہ مانگنا بطور قرض یا رعایت ہی کے ہو، البتہ اگر یہ یقین ہو کہ اس کو گرانی ہی نہ ہوگی یا اگر گرانی ہوئی تو یہ آزادی سے عذر کر دے گا تو مضائقہ نہیں۔ اور یہی تفصیل ہے کسی کام بتلانے میں کوئی فرمائش کرنے میں، کسی سے کسی کی سفارش کرنے میں اس میں آجکل بہت ہی تساہل ہے۔

ادب ۹:۔ اگر کسی بزرگ کا جوتہ اٹھانا چاہو تو جس وقت وہ پاؤں سے نکال رہے ہوں اس وقت ہاتھ میں مت لو، اس سے بعض اوقات دوسرا آدمی گر پڑتا ہے۔

ادب ۱۰:۔ بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیئے۔ کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے، اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہوتی ہے۔

ادب ۱۱:۔ کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو نہ اس قدر مل کر بیٹھو کہ اس کا دل گھبرا دے اور نہ اس قدر فاصلے سے بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلف ہو۔

ادب ۱۲:۔ مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکو کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے، بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

ادب ۱۳:- اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو خواہ تو اس وجہ سے کہ کھا چکے ہو یا روزہ ہو یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی اس کی اطلاع کر دو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا، ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب بھی ہو پھر کھانے کے وقت اس سے یہ اطلاع کرو تو اس کا یہ سب اہتمام و طعام ضائع ہی گیا۔

ادب ۱۴:- اسی طرح مہمان کو چاہئے کہ کسی کی دعوت بدون میزبان سے اجازت حاصل کئے ہوئے قبول نہ کرے۔

ادب ۱۵:- اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے تاکہ اس کو کھانے کے وقت تلاش میں پریشانی نہ ہو۔

ادب ۱۶:- کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہدے۔ انتظار نہ کرائے۔ بعضے آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں جب وہ بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا، اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے، تو اس سے بہت اذیت ہوتی ہے۔

ادب ۱۷:- اسی طرح جب بات کرنا ہو، سامنے بیٹھ کر بات کرے، پشت پر سے بات کرنے سے الجھن ہوتی ہے۔

ادب ۱۸:- کوئی چیز کئی شخصوں کے استعمال میں آتی ہے تو جو شخص اسکو اٹھا کر کام لے بعد فراغ جس جگہ سے اٹھائی تھی وہاں ہی رکھدے۔ اس کا بہت اہتمام کرے۔

ادب ۱۹:- بعض دفعہ کسی ایسے موقعہ پر جہاں ہر وقت چارپائی نہیں بچھی رہتی سونے یا بیٹھنے کے لئے چارپائی بچھائی جاتی ہے، سو جب فارغ ہو جائے اس جگہ سے اٹھا کر کہیں ایک طرف رکھدے، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

ادب ۲۰:- کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہ ہو مت دیکھو، نہ حاضرانہ جیسے بعضے آدمی لکھتے ہیں دیکھتے جاتے ہیں، اور نہ غائبانہ۔

ادب ۲۱:- اسی طرح کسی کے سامنے کاغذات رکھے ہوں، ان کو اٹھا کر مت دیکھو، شاید وہ شخص کسی کاغذ کو تم سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے، گو وہ چھپا کیوں نہ ہو، کیونکہ بعض دفعہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کاغذ کا اس شخص کے پاس ہونا تم کو معلوم ہو۔

ادب ۲۲:- جو شخص کھانے کے لئے جا رہا ہو یا بلایا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ، کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے، اور دل اندر سے نہیں چاہتا، اور بعضے جلدی قبول کر لیتے ہیں تو صاحب خانہ کی بلا رضا کھانا کھایا اور اگر قبول نہ کیا ہو تو صاحب خانہ کی سبکی ہے۔ پھر خود صاحب خانہ کا اول وہلہ میں تردد یہ بھی مستقل ایذا ہے۔

ادب ۲۳:- جب کسی شخص سے کوئی حاجت پیش کرنا ہو، جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہو تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہنا چاہئے۔ قرائن پر یا پہلی بات کے بھروسہ پر ناتمام بات نہ کہے، ممکن ہے مخاطب کو پہلی بات یاد نہ رہی ہو، اور غلط سمجھ جائے یا نہ سمجھنے سے پریشان ہو۔

ادب ۲۴:- بعضے آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکارا کرتے ہیں تاکہ کھنکارنے کی آواز سنکر یہ شخص ہم کو دیکھے اور پھر ہم سے بات کرے، سو اس حرکت سے سخت اذیت ہوتی ہے اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آ بیٹھے، اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دے اور مشغول آدمی کے ساتھ یہ بھی جب کرے کہ سخت ضرورت ہو، ورنہ بہتر یہی ہے کہ اس کے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جاؤ کہ اس کو اس کے آنے کی اطلاع بھی نہ ہو، ورنہ اس سے بھی احیاناً پریشان ہو جاتا ہے، پھر جب یہ فارغ ہو جائے پاس

آ بیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ سن لے؛

ادب ۲۵:۔ جو آدمی تیزی کے ساتھ جا رہا ہو راستہ میں اس کو مصافحہ کے لئے مت روکو، کہ شاید اس کا کوئی حرج ہو، اسی طرح اس کو ایسے وقت میں کھڑا کر کے بات مت کرو؛

ادب ۲۶:۔ بعضے آدمی مجلس میں پہونچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں، اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو، جس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے، اور فراغ تک تمام مجلس مشغول و پریشان رہتی ہے مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس قصد کر کے آئے ہو اس کے مصافحہ پر کفایت کرو، البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں؛

ادب ۲۷:۔ اگر کہیں جاتے اور صاحب خانہ سے کچھ حاجت یا فرمائش کرنا ہو مثلاً کسی بزرگ سے کوئی تبرک لینا ہو تو ایسے وقت میں اس کو ظاہر کر دو اور درخواست کر دو کہ اس شخص کو اس کے پورا کرنے کا وقت بھی ملے۔ بعضے آدمی عین رخصت ہونے کے وقت فرمائش کہتے ہیں تو اس میں صاحب خانہ کو بہت تنگی پیش آتی ہے وقت تو محدود ہوتا ہے کیونکہ مہمان جانے پر تیار ہے اور ممکن ہے کہ اس محدود وقت کے اندر اس کو مہلت نہ ہو، کسی کام میں مشغول ہو پس نہ تو اس کے کام کا حرج گوارا ہے نہ اس درخواست کا رد کرنا گوارا ہے تو اس سے بہت تنگی پیش آتی ہے۔ تو ایسا کام کرنا جس سے دوسرے شخص کو تنگی ہو روا نہیں۔ اور تبرک مانگنے میں اس کا بھی لحاظ رکھو کہ وہ چیز ان بزرگ سے بالکل زائد ہو۔ ورنہ سہل یہ ہے کہ چیز اپنے پاس سے یہ کہہ کر ان کو دے دو کہ آپ اس کا استعمال کر کے ہم کو دیجئے؛

ادب ۲۸:۔ بعضے آدمی تھوڑی بات پکار کر کہتے ہیں اور تھوڑی بات بالکل آہستہ کہ بالکل سنائی ہی نہ دے یا ناتمام سنائی دے اور دونوں صورتوں میں ممکن ہے

کہ سامع کو غلط فہمی یا تردّد والجھن ہو اور دونوں کا نتیجہ ناگوار ہے، بات کے ہر جزو کو بہت صاف کہنا چاہئے۔

ادب ۲۹:- بات کو اچھی طرح توجہ سے سُننا چاہئے اور اگر کچھ شبہ رہے تو متکلم سے فوراً دوبارہ تحقیق کرنا چاہئے بے سمجھے محض اجتہاد سے عمل نہ کرے، بعض اوقات غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے متکلم کو اذیت ہوتی ہے۔

ادب ۳۰:- اگر کوئی اپنا مطاع کوئی کام بتلائے تو اس کو پورا کر کے ضرور اطلاع دینا چاہئے، اکثر اوقات وہ انتظار میں رہتا ہے۔

ادب ۳۱:- کہیں مہمان جائے تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونیکی حیثیت سے ہرگز دخل نہ دے، البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اس کے سپرد کردے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں۔

ادب ۳۲:- جب اپنے سے بڑے کے ساتھ ہو بدون اس کی اجازت کے مستقل کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔

ادب ۳۳:- ایک نووارد شخص سے پوچھا گیا کہ تم کب جاؤ گے؟ اس نے جواب دیا جب حکم ہو۔ اس پر تعلیم کی گئی کہ یہ مہمل جواب ہے، مجھ کو کیا خبر کہ تمہاری کیا حالت ہے، کیا مصلحت ہے، کس قدر گنجائش وقت میں ہے۔ یوں چاہئے کہ جواب میں اپنے ارادہ سے اطلاع دے، اور اگر ایسا ہی ادب واطاعت وتفویض کا غلبہ ہے تو بعد اطلاع ارادہ کے اتنا اور کہہ دے کہ میرا تو ارادہ اس طرح ہے، آگے جس طرح حکم ہو۔ غرض ایسا جواب مت دو کہ پوچھنے والے پر بار پڑے۔

ادب ۳۴:- ایک طالب علم نے کسی کے لئے تعویذ دردزہ مانگا، اس کو تعلیم کیا گیا کہ طالب علم کو دوسروں کے حوائج دنیویہ پیش نہ کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اس سے ایسی فرمائش کرے تو عذر کردے کہ ہم کو اس سے معاف کرو، خلاف ادب ہے۔

ادب ۳۵:- ایک طالب علم مہمان آئے جو پہلے بھی آئے تھے اور دوسری جگہ ٹھیرے تھے، اور اب کی بار یہاں ٹھیرنے کے قصد سے آئے مگر ظاہر نہیں کیا کہ اس دفعہ تمہارے پاس ٹھیرا ہوں۔ اس لئے کھانا نہیں بھیجا گیا، بعد میں پوچھنے سے معلوم ہوا، کھانا منگایا گیا۔ اور ان کو فہمائش کی کہ ایسی حالت میں از خود ظاہر کر دینا چاہئے تھا، کیونکہ بے کہے کیسے معلوم ہو، اور بوجہ اس کے کہ پہلے اور جگہ قیام کیا تھا، کیسے احتمال ہو کہ خود ہی پوچھ لیا جائے۔

ادب ۳۶:- مہمان را با فضولے چہ کار، ایک مہمان نے دوسرے مہمان سے کہا تھا کہ کھانا تیار ہے۔

ادب ۳۷:- ایک مہمان صاحب نے میزبان کے خادم سے پانی یہ کہہ کر مانگا کہ پانی لاؤ۔ فرمایا کہ تحکم کا لہجہ ہرگز نہیں چاہئے۔ یہ بد اخلاقی ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ تھوڑا پانی دیجئے گا۔

ادب ۳۸:- ہدیہ کے آداب میں یہ ہے کہ اگر کچھ درخواست کرنی ہو تو ہدیہ نہ دے۔ اس میں مہدیٰ الیہ کو یا تو مجبور ہونا پڑتا ہے یا ذلیل۔ اسی طرح ہدیہ سفر میں بعض اتنی مقدار میں دیتے ہیں کہ لیجانا زحمت ہوتا ہے، اگر ایسا شوق ہو مقام قیام پر پارسل کے ذریعہ سے بھیج دے۔

ادب ۳۹:- (بدنی) خدمت شیخ پہلی ملاقات میں کرنا سخت بار معلوم ہوتا ہے اگر شوق ہے پہلے بے تکلفی پیدا کرے۔

ادب ۴۰:- اگر مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہو تو نئے آنے والے کو یہ چاہئے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کر کے سلسلۂ گفتگو میں مزاحم نہ ہو، بلکہ چاہئے کہ چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائے، پھر موقعہ سے سلام وغیرہ کر سکتا ہے۔

ادب ۴۱:- کھانے پر اصرار تکلف کے ساتھ خلاف مصلحت مہمان نہ چاہئے۔

ادب ۴۲:- خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے، تعظیم کے لئے برنشست و برخاست کے موقعہ پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے نہیں چاہئے

ادب ۴۳:- جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو اس کو ہٹا کر اپنا جوتہ رکھ کر جگہ کر کے مسجد وغیرہ میں نہ جانا چاہئے، جہاں جس کا جوتہ رکھا ہو وہ اسی کا حق ہے، وہیں آکر دیکھے گا، نہ ملے گا پریشان ہوگا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

ادب ۴۴:- وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مختل کرتا ہے، البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔

ادب ۴۵:- بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہہ دے، تکلیف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

ادب ۴۶:- کسی کے توسط سے بلا ضرورت پیغام نہ پہونچائے، جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلف کہہ دے۔

ادب ۴۷:- ھدیہ کے بعد فوراً ھدیہ دینے والے کے سامنے اس رقم کو چندہ خیر میں بھی دینا دل شکنی ہے، ایسے وقت میں دے کہ اس کو معلوم نہ ہو۔

ادب ۴۸:- ایک دیہاتی کچھ باتیں کر رہا تھا، بعض باتیں بے تمیزی کی بھی کرنے لگا۔ ایک شخص نے اہل مجلس میں سے اشارہ سے اس کو روک دیا، اس شخص کو سختی سے تنبیہ کی کہ تم کو اس کے روکنے کا کیا حق تھا۔ تم لوگوں کو مرعوب کرتے ہو، میری مجلس کو فرعون کی مجلس بناتے ہو، اگر کہا جائے کہ بے تمیزی کرتا تھا سو بے تمیزی سے روکنے کے لئے خدا نے مجھ کو بھی زبان دی ہے۔ تم کیوں دخل دیتے ہو، اور اس دیہاتی سے کہا کہ جو کچھ کہنا ہے آزادی سے کہو۔

ادب ۴۹:- اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلقین کی بھی دعوت

کرے تو خود اُن سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آئیے۔ بعض اوقات یاد نہیں رہتا
وثیز اپنا کام اُن سے لینا خلافِ ادب بھی ہے، بلکہ اُن سے اجازت لے کر اس متعلق
سے خود کہدے اور اس متعلق کو بھی چاہیئے کہ اپنے بزرگ سے پوچھ کر منظور کرے۔

ادب ۵۰:۔ ایک شخص گلاس میں پانی لاتا تھا، کبھی اپنے لئے پڑھواتا تھا، کبھی کسی اور کے لئے، مگر بدون پوچھے یہ نہیں بتلاتا تھا کہ اس وقت کس کے لئے پڑھواتا ہوں اس کو فہمائش کی گئی کہ مجھ کو علم غیب نہیں امتیاز کا اور کوئی قرینہ اصطلاحیہ بھی مقرر نہیں کیا گیا تو ہر بار میں استفسار کا بار مجھ پر رکھنا یہ بھی خلافِ تہذیب ہے۔ گلاس رکھ کر از خود یہ کہدیا کرو کہ فلاں شخص کے لئے پڑھوانا ہے۔

ادب ۵۱:۔ بعض لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ایک تعویذ دے دو، اور بدون پوچھے نہیں بتلاتے کہ کس بات کا، اس میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

ادب ۵۲:۔ ایک شخص نے کچھ آٹا لاکر رکھ دیا کہ یہ لایا ہوں اور یہ نہیں کہا کس واسطے، اس کو واپس کر دیا کہ جب تک پیش کرنے کے ساتھ از خود یہ نہ کہو گے کہ میرے واسطے لاتے ہو یا مدرسہ کے لئے، اس وقت تک نہ لیا جائے گا۔

ادب ۵۳:۔ استنجا خانہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک طالب علم وہاں پیشاب کر رہا ہے، اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں ذرا فاصلے سے آڑ میں کھڑا ہو گیا، جب زیادہ دیر ہو گئی تو سامنے ہو کر دیکھا تو وہ طالب علم صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا خشک کرنے کے لئے بھی وہیں کھڑے ہیں اس ان کو فہمائش کی گئی کہ اب اس جگہ کو محبوس کرنے کی کیا ضرورت ہے، یہاں سے ہٹ کر استنجا خشک کرنا چاہیے تھا۔ بعضے لوگ لحاظ کے سبب اس جگہ کے خالی ہونے کے منتظر رہتے ہیں، دوسرے کے ہوتے ہوئے آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

ادب ۵۴:۔ ایک شخص کو دیکھا کہ استنجا سکھلاتا ہوا ایک عام گذرگاہ پر

ٹہل رہا ہے اس پر فہمائش کی کہ حتی الامکان لوگوں کی نظر سے چھپ کر استنجا سکھلانا چاہیے جس قدر بھی دوری ممکن ہو۔

ادب ۵۵:- مجھ کو مدرسہ کی ایک کتاب کی ضرورت ہوئی جو میرے ایک دوست کے پاس امانت تھی وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے اُن کے بیٹھنے کی جگہ اس کی تلاش کرائی نہ ملی، خود دیکھنے اٹھا، نہ ملی۔ دفعتہً کسی کی نظر پڑی کہ اسی جگہ ایک طالب علم صاحب وہاں ہی بیٹھے تکرار کسی کتاب کا کر رہے ہیں اور سر کے نیچے بطور تکیہ کے وہ مدرسہ کی کتاب رکھ چھوڑی ہے جو ان کی کتاب کے نیچے ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔ دفعتہً وہ پہچانی گئی، تب وہ ملی۔ ان طالب علم صاحب کو ملامت کی گئی کہ بلا اطلاع کسی کی چیز کا استعمال کرنا اول تو ناجائز ہے۔ دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ تمہاری بدولت اتنی دیر تک کئی آدمی پریشان رہے۔ ایسی حرکتیں مت کیا کرو۔

ادب ۵۶:- کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے، تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار نہ ہو۔

ادب ۵۷:- پنکھا جھلنے والوں کو کئی رعایت رکھنے کے لئے کہا گیا، اول تو یہ کہ پہلے پنکھے کو ہاتھ سے یا کپڑے سے خوب جھاڑ لو، کیونکہ بعض اوقات پنکھے کے فرش پر پڑے رہنے سے اس میں کچھ گرد و غبار کبھی کوئی باریک سا ریزہ مٹی کا یا چونے کا یا کنکر کا لگا رہتا ہے اور حرکت دینے سے وہ آنکھ وغیرہ میں جا پڑتا ہے، جس سے تکلیف ہوتی ہے، دوسرے ہاتھ ایسے انداز سے رکھو کہ نہ تو سر وغیرہ میں لگے، اور نہ اسقدر اونچا رہے کہ ہوا ہی نہ لگے۔ اور ایسے زور سے بھی مت جھلو جس سے دوسرا پریشان ہو۔ تیسرے اس کا خیال رکھو کہ کسی پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو ایذا نہ ہو، مثلاً پنکھا اس کے منہ سے اڑا دیا جائے، یا دیوار کی طرح اس کے سامنے بطور آڑ کے ہو جائے۔

چوتھے جب مخدوم اُٹھنے کو ہو تو خیال رکھو کہ پہلے ہی پنکھا ہٹا لو تا کہ لگ نہ جائے،
پانچویں اگر کوئی کاغذ وغیرہ نکالنے لگیں تو پنکھا روک لو مشین کی طرح تار نہ باندھ دو۔

ادب ۵۵ :- بعض طبائع پر ایسے شخص سے ہدیہ لینا گراں گذرتا ہے جن کی کوئی حاجت ان سے متعلق ہو، مثلاً دعا کرانا، کوئی تعویذ لینا، سفارش کرانا، مُرید ہونا، ومثلُ ذٰلک، سو اس کی بہت احتیاط رکھے۔ ہدیہ تو محض محبت سے ہونا چاہیئے جس میں کوئی غرض نہ ہو، اگر کوئی حاجت ہی ہو تو اس کے ساتھ نہ لائے بلکہ جب حاجت پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ ہدیہ اس واسطے دیا تھا، اور جب ہدیہ پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ کسی حاجت کے لئے دیا ہے۔

ادب ۵۶ :- ایک صاحب نے میرے لئے قبل از نماز صبح اس خیال سے کہ میں گھر سے آکر وضو کروں گا، لوٹا پانی کا بھر کر اور اس پر مسواک رکھ کر رکھدیا۔ جب میں مسجد میں آیا تو اتفاق سے مجھ کو وضو تھا، سیدھا مسجد میں چلا گیا، مگر مسجد میں پہونچ کر اتفاق سے بلا قصد اس لوٹے پر نظر پڑی، اپنی مسواک پہچان کر سمجھا کہ یہ لوٹا میرے لئے رکھا گیا ہے۔ میں نے تحقیق کیا کہ کس نے رکھا ہے، بہت تشویش کے بعد رکھنے والے نے خود ظاہر کیا، میں نے اس وقت مجملاً اور نماز پڑھ کر مفصلاً ان صاحب کو فہمائش کی کہ دیکھو تم نے محض احتمال پر کہ شاید میں وضو کروں لوٹا بھر کر رکھدیا، اور یہ احتمال نہ ہوا کہ شاید وضو ہو، چنانچہ وہ تمھارا واقع میں غلط نکلا۔ اور یہ دوسرا احتمال واقع ہوا تو اس صورت میں اگر اتفاق سے میری نظر لوٹے پر نہ پڑتی اور رکھنے والے خود بھی غائب تھے تو یہ لوٹا یوں ہی بھرا ہوا رکھا رہتا، اور کوئی اس کو برت نہ سکتا۔ اول تو اس کے بھرے ہونے کی وجہ سے کہ یہ قرینہ ہے کہ کسی نے اپنے لئے رکھا ہے اور دوسرے اس پر مسواک رکھے رہنے کے سبب سے کہ یہ تو عادتاً قرینہ قطعیہ ہے دوسروں کو استعمال سے

روکنے کا۔ پس جب اس کو کوئی نہیں خرچ کر سکتا تو تم نے ایسی چیز کو بلا ضرورت محبوس کیا جس کے ساتھ نفع عام متعلق ہے جو کہ اس کی وضع و نیت واقف کے خلاف ہے تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ لوٹے کے متعلق ہوا۔ اب مسواک رہی سو تم نے بلا ضرورت اس کو محفوظ جگہ سے ہٹا ایک غیر محفوظ جگہ میں رکھدیا۔ اور چونکہ اس کا انتظام نہیں کیا گیا کہ رکھنے کے بعد اس کی نگرانی بھی کی جائے کہ بعد فراغ اس کو پھر پہلی جگہ رکھدیا جائے، کیونکہ لوٹے پر رکھ کر بزعم خود یقین کر لیا گیا کہ فلاں شخص اس کو استعمال کرے گا اور استعمال کر کے اٹھا کر بھی رکھدے گا۔ تو اس لئے اس کو ضیاع کے خطرہ میں ڈال دیا۔ تمہاری یہ خدمت اتنے ناجائز امور اور کلفتوں کا سبب ہوئی۔ آئندہ سے کبھی ایسا مت کرو یا تو اجازت لے کر ایسا کرو، یا جس وقت دیکھو کہ وضو کے لئے آمادہ ہے اس وقت مضائقہ نہیں ورنہ بے قاعدہ خدمت سے بجائے راحت کے اور اُلٹی کوفت ہوتی ہے۔

لطیفہ:۔ یہی حال ہے بدعات کا کہ صورت ان کی طاعت کی ہے، جیسے یہ صورت خدمت تھی، مگر اس میں مفاسد مخفی و مضمر ہوتے ہیں جن کو کم فہم نہیں جانتے جیسے اس خدمت میں باریک خرابیاں تھیں، جن کو خدمت کرنیوالے نے نہ جانا۔

ادب:۔ ایک طالب علم نے مدرسہ ہی میں ایک رقعہ میں حاجت کپڑے کی لکھوا کر دوسرے طالب علم کے ہاتھ بھیجا۔ درخواست کنندہ کو بلا کر اس کی وجہ پوچھی گئی اس نے بیان کیا کہ مجھ کو کوئی کام نکل آیا تھا اس لئے دوسری کے ہاتھ بھیجدیا، اس پر فہمائش کی گئی کہ ایک تو اس میں قلب ادب ہے کہ باوجود ہر وقت ایک جگہ رہنے کے محض بسبب ایک کام نکل آنے کے، نہ کہ بسبب خجالت و حیا۔ کے (کہ وہ بھی ایک درجہ میں عذر ہوتا ہے) خود آکر استدعا نہیں کی دوسرے کے ہاتھ پیام بھیجا جو کہ مساوات کے درجہ میں ہوتا ہے، دوسرے

اس میں بے ضبطی کی صورت ہے کہ بیگار سی ٹالدی۔ تیسرے اس میں دوسرے سے خدمت لینا ہے ابھی سے مخدومیت سیکھتے ہو، اور یہ بھی کہا کہ اس بے تمیزی کی سزا یہ ہے کہ چار روز کے لئے یہ درخواست واپس کرتا ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ سے دینا، چنانچہ چوتھے روز پھر اپنے ہاتھ سے درخواست دی اور خوشی سے لے لی گئی۔

ادب ۹۱: چند مواقع پر کئی شخصوں کو فہمائش کی گئی کہ بات بہت صاف لفظوں میں کہو کہ سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ادب ۹۲: آجکل کی سفارش جبر و اکراہ ہے کہ اپنے اثر سے دوسروں پر زور ڈالتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں۔ اگر سفارش کرو تو اس طرح سے کہ مخاطب کی آزادی میں ذرہ برابر خلل نہ پڑے وہ جائز بلکہ صواب ہے۔

ادب ۹۳: اسی طرح کسی کی وجاہت سے کام نکالنا مثلاً کسی بڑے آدمی سے قرابت ہے اور اس کے کسی معتقد یا اثر ماننے والے کے پاس اپنی کوئی حاجت لے جائے اور قرائن سے معلوم ہو کہ وہ بطیب خاطر اس حاجت میں سعی نہ کرے گا بلکہ محض اس بڑے آدمی کے تعلق اور اثر سے کہ بے توجہی میں وہ ناراض نہ ہو جائے تو اس طرح سے کام نکالنا یا کام کی فرمائش کرنا حرام ہے۔

ادب ۹۴: ایک شخص نے تعویذ مانگا۔ اس کو ایک وقت معین پر آنے کو کہدیا وہ دوسرے وقت آیا اور آکر تعویذ مانگا۔ اور کہا کہ مجھ کو تم نے بلایا تھا آیا ہوں۔ اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ کس وقت بلایا تھا، میں نے پوچھا کہ بھائی کس وقت آنے کو کہا تھا، تب اس نے وقت بتلایا، میں نے کہا کہ اب تو دوسرا وقت ہے، جس وقت بلایا تھا اس وقت آنا چاہئے تھا۔ اسنے کسی کام کا عذر کیا۔ میں نے کہا کہ جس طرح تم کو اُس وقت عذر تھا ہم کو اس وقت عذر ہے۔ اب یہ کیسے ہو کہ ہر وقت ایک ہی کام کے لئے

بیٹھا رہوں، اپنا کوئی کام نہ کروں؛

ادب ۶۵:- ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور خود پوشیدہ سُننے کھڑا ہو گیا۔ اتفاقاً میں نے دیکھ لیا، پاس بلا کر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرح چھپ کر سُننے کے کیا معنی! کیا کسی نے یہاں آنے سے منع کیا ہے! اور اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ سے جواب پوچھ لیتے۔ چھپ کر کسی کی باتیں سُننا عیب اور گناہ کی بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ متکلم کوئی ایسی بات کرے جس کو اس مختفی سے مخفی کرنا چاہے؛

ادب ۶۶:- ایک شخص فرشی پنکھا کھینچنے لگے۔ میں کسی کام کو اٹھنے لگا تو انھوں نے پنکھے کی رسّی اپنی طرف زور سے کھینچ لی تاکہ پنکھا میرے سر میں نہ لگے۔ میں نے سمجھایا کہ ایسا مت کرو، اگر میں پنکھے کی جگہ خالی دیکھ کر اسی جگہ کھڑا ہو جاؤں اور اتفاق سے رسّی تمھارے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پنکھا سر میں آکر لگے، بلکہ یہ چاہئے کہ رسّی بالکل چھوڑ دو تاکہ پنکھا اپنی جگہ آکر مستقر ہو جائے، پھر اُٹھنے والا خود سنبھل کر اُٹھ جائے؛

ادب ۶۷:- مہمان کو چاہئے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ بعض لوگ جب کھانا دسترخوان پر آجاتا ہے اس وقت نخرے پھیلاتے ہیں؛

ادب ۶۸:- دسترخوان پر بعض اوقات شکر بھی ہوتی ہے، اس وقت بعض خادم اس طرح پنکھا جھلتے ہیں کہ شکر برتن سے اُڑنے لگتی ہے اور بعض اوقات اس برتن سے جب چمچہ میں لیتے ہیں تو چمچہ میں سے اڑنے لگتی ہے سو خادم کو ان باتوں کی تمیز چاہئے؛

ادب ۶۹:- بھائی کے گھر سے ایک بند خط میرے پاس اپنے کارندہ کے

ہاتھ بھجوایا گیا تاکہ اس کو ڈاک میں چھوڑ دیا جائے اور میں ہی اس کی فرمائش کر آیا تھا
کیونکہ اس خط کا مجھ سے تعلق تھا۔ راہ میں کارندہ نے دیکھا کہ اس وقت ڈاک لیکر
ہرکارہ اسٹیشن جاتا ہے۔ کارندہ صاحب نے یہ خیال کرکے کہ ڈاکخانہ میں جانے سے
کل نکلے گا اس ہرکارہ کو دے دیا کہ آج ہی روانہ ہو جائے گا، کیونکہ ہرکارہ ریل کے
سب پوسٹ ماسٹر کو دے دیگا۔ اب میں اس کا منتظر کہ بھائی کے گھر والے میرے
پاس خط بھیجیں گے۔ جب وہ خط نہ آیا تو میں نے تحقیق کیا اس وقت یہ سب قصہ
معلوم ہوا۔ میں نے کارندہ صاحب کو بلاکر فہمائش کی کہ تم نے امانت میں بلا اذن کے
کیسے تصرف کیا، تم کو کیا معلوم کہ میرے پاس بھیجنے میں کیا مصلحت تھی، اور تم کو
کیا معلوم کہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے بھیجنے کو ہرکارہ کے ہاتھ بھیجنے پر کس مصلحت سے ترجیح
دیتا، تم نے اپنے اجتہاد فاسد سے یہ سب مصلحتیں برباد کیں۔ تم کو دخل دینا کیا ضرور
تھا۔ تمہارا کام صرف اس قدر تھا کہ وہ خط میرے پاس پہنچا دیتے۔ کارندہ نے
معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ **ادب** :- ایک طالب علم بازار میں جانے کی
اجازت لینے کے لئے آیا اور کھڑا ہو گیا۔ میں کسی بات میں مشغول ہو گیا۔ وہ میرے
انتظار فراغ میں کھڑا رہا اور مجھ کو اس کا کھڑا ہونا بوجہ صورت تقاضہ کے بار معلوم
ہوا۔ میں نے سمجھایا کہ اس سے طبیعت تنگ ہوتی ہے، تم کو چاہئے تھا کہ جب مشغول
دیکھا تھا بیٹھ جاتے اور جب فارغ دیکھتے گفتگو کرتے۔ **ادب** :- ایک
مہمان نے بقصد ہدیہ دینے کے دو روپے میرے قلمدان میں رکھ دیئے اور مجھ کو خبر نہیں
کی، میں نماز عصر کو اٹھا قلمدان وہیں رکھا رہا۔ نماز کے بعد کسی ضرورت سے قلمدان
منگایا تو اس میں روپے دیکھے، پوچھا گیا تو کسی قدر توقف سے ان صاحب نے اسکی
اطلاع کی۔ میں نے وہ روپے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ جب تم کو ہدیہ دینا نہیں
آیا تو ہدیہ دینا ہی کیا ضرور۔ کیا یہی طریقہ ہے دینے کا، اول تو ہدیہ دیتے ہیں راحت

ومسرت پہنچانے کو اور جب اس کی تحقیقات میں اس قدر پریشانی ہوئی تو اس کی غرض ہی فوت ہوگئی۔ دوسرے اگر قلمدان میں سے کوئی لے جاتا جس کی نہ تمکو خبر ہوتی اور نہ مجھ کو، تو تم اس گمان میں رہتے کہ ہم نے دو روپے دیئے۔ اور میں اس سے ذرا بھی منتفع نہ ہوتا تو مفت کا احسان ہی میرے سر پر رہتا۔ تیسرے اگر کوئی لے بھی نہ جاتا اور میرے ہی ہاتھ آتے تب بھی مجھ کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کس نے دیئے اور کس کو دیئے اور جب نہ معلوم ہوتا تو چند روز امانت رکھنے پر مجھ کو بار ہوتا پھر لقطہ کی مد میں صرف کر دیا جاتا۔ یہ ساری مصیبت تکلف کی ہے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ جس کو دینا ہو اس کے ہاتھ میں سپرد کر دے۔ اور اگر مجمع سے لحاظ معلوم ہو تو تنہائی میں دیدے۔ اور اگر تنہائی میسر نہ ہو تو کہدے کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا۔ پھر تنہائی ہو دے دے۔ اور مہدی الیہ کو مناسب ہے کہ اس ہدیہ کو ظاہر کر دے، خواہ مہدی کے ہوتے ہوئے خواہ اس کے چلے جانیکے بعد جب کہ اس کے شرملنے کا احتمال ہو۔ **ادب ۷۲**۔ ایک سفر میں ایک موضع میں لوگوں نے بلایا۔ وہاں سے جب رخصت ہو کر چلنے لگا تو گاؤں والوں نے چاہا کہ تھوڑا تھوڑا سب یکجا جمع کر کے کچھ ہدیہ پیش کریں۔ مجھ کو اطلاع ہوئی، میں نے منع کر دیا، کہ ایسی حرکت ہرگز نہ کریں۔ اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ بعض اوقات تحریک کرنے والے اس کا لحاظ نہیں کرتے کہ مخاطب طیب خاطر سے دے رہا ہے یا محرک کے الفاظ سے، دوسرے اگر طیب خاطر کی بھی رعایت کر لی، تب بھی جو مصلحت ہے ہدیہ میں کہ باہم محبت بڑھے، جب یہی پتہ نہ لگا کہ کس نے کیا دیا ہے تو وہ مصلحت مرتب نہ ہوئی، تیسرے بعض اوقات کسی عذر سے بعض ہدایا کا قبول کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے اور اس عذر کی تحقیق مہدی ہی سے ہو سکتی ہے، سو مجتمع ہدایا میں یہ تحقیق بھی دشوار ہے۔ اس نے جسکو

دینا ہو وہ اپنے ہاتھ سے دے، یا بلا تحریک بطور خود کسی اپنے معتمد کے ہاتھ بھیجے، یا ہدیہ کے ساتھ مہدی کا رقعہ ہو۔ **ادب ۳** :- ایک سفر میں بعض لوگ اپنے مکان پر لے جا کر ہدیہ دینے لگے، ان کو سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے سے دیکھنے والے گھر لے جانے کے واسطے اس کو لازم سمجھیں گے، تو غربا بلا کر تردد میں پڑینگے یا نہ بلانے کی حسرت ہوگی، جس کو کوئی چیز دینا ہو میری فرودگاہ پر آکر گفتگو کرو، تاکہ میری آزادی میں خلل نہ پڑے۔ **ادب ۴** :- ایک شخص سہارنپور سے جمعہ کے روز بارہ بجے دن کی گاڑی میں آئے ایک عزیز نے ان کے ہاتھ کچھ برف بھیجا تھا، وہ مدرسہ میں ایسے وقت پہنچے کہ طلبہ جمعہ میں نہ گئے تھے، وہ شخص برف ایک طاق میں رکھ کر جامع مسجد چلے گئے۔ بعد جمعہ ایک دوست جن سے میں نے وعظ کی درخواست کی تھی وعظ کہنے لگے، چونکہ وہ مجھ سے شرماتے تھے میں مدرسہ چلا آیا وہ شخص وعظ میں شریک رہے۔ بہت دیر کے بعد مدرسہ میں آئے، اور اس وقت وہ برف پیش کیا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اول تو یہی بات نامناسب معلوم ہوئی، برف کے ساتھ کمبل یا ٹاٹ یا بُرادہ لاتے مگر یہ فعل دوسرے کا تھا اور ان کے اختیار سے باہر تھا، لیکن جو کام اُن کے کرنے کا تھا انھوں نے اس میں بھی کوتاہی کی۔ یعنی اوّل تو آتے ہی برف گھر پہنچاتے، اگر یہ کسی وجہ سے ذہن میں نہیں آیا تھا تو بعد نماز فوراً آجاتے اور اگر آنے کو جی نہ چاہتا تھا تو جب میں آنے لگا تھا تو اس وقت مجھ سے اسکی اطلاع کر دیتے میں اس کو لے لیتا۔ اب دو گھنٹہ کے بعد آکر سپرد کیا، جو قریب قریب کُل کے گُھل گیا برائے نام تھوڑا باقی رہ گیا۔ مجھ کو تمام قصہ معلوم ہوا تو میں نے فہمائش بھی کی، اور چونکہ میری رائے میں باقتضائے خصوصیت اُن کی طبیعت کے خالی فہمائش ناکافی ہوئی اس لئے میں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا، تاکہ اُنکو

ہمیشہ یاد رہے وہ بہت پریشان ہوئے۔ میں نے کہا کہ تم نے ایک شخص کی امانت ضائع کی، اور جب ضائع ہوگئی اب مجھکو دینا چاہتے ہو۔ میں بلا وجہ احسان لینا نہیں چاہتا اب اس بقیہ کو آپ ہی خرچ کرو، تم کو یا تو امانت نہ لینا چاہیے تھا اور اگر لی تھی تو اس کا حق پورا پورا ادا کرنا چاہیے تھا۔ **ادبؒ**:۔ میں صبح کو صحرا سے مدرسہ میں آیا اور سہ دری میں آکر بیٹھا، وہاں ایک عزیز سوتے تھے، میں آہستہ سے بیٹھ گیا، ڈاک لے جانے والا دکھلانے کے لئے روانگی کے خطوط لایا، میں نے دیکھکر لے جانے کے لئے حوالے کر دیے۔ تو اس نے ٹین کے نلکہ میں جو اسی کام کے لئے موضوع ہے زور سے خط چھوڑے جس سے کارڈ اس سے لگ کر بولے، میں نے فہمائش کی کہ سوتے ہوئے کی رعایت کرنا چاہیے۔ **ادبؒ**:۔ عشاء کی نماز کے بعد میں مسجد میں اتفاقاً لیٹ گیا، ایک شخص مسافر ناشناسا آکر پاؤں دبانے لگے مجھ پر بار ہوا، پوچھا کون؟ انھوں نے اپنا نام اور پتہ بتلایا، مگر میں نے نہیں پہچانا، میں نے پاؤں دبانے سے روک دیا، اور کہا اول ملاقات کرنا چاہیے، پھر اجازت لے کر خدمت کا مضائقہ نہیں، ورنہ خدمت سے گرانی ہوتی ہے، اور اگر مقصود اس سے ملاقات ہی ہے تو ملاقات کا یہ طریقہ نہیں۔ پھر میں نے سمجھایا کہ اب عشاء کے بعد آرام کا وقت ہے تم بھی آرام کرو، صبح کو ملنا، چنانچہ صبح ملے، اس وقت پھر اچھی طرح سمجھا دیا۔ **ادبؒ**:۔ ایک صاحب نے خط میں بعض مضامین جواب طلب لکھے، اور اس میں یہ بھی لکھدیا کہ پانچ روپے کا منی آرڈر بھیجتا ہوں، اس مضمون کی وجہ سے اس کے انتظار میں اس خط کا جواب نہ گیا کہ وصول ہونے کے بعد ساتھ ہی ساتھ رسید بھی لکھدی جائیگی، اسمیں کئی روز گذر گئے اور معلوم نہیں کیا سبب روپیہ وصول نہ ہوا اور دوسرے مضامین کے سبب قلب پر تقاضہ جواب کا ہوتا تھا، کئی روز یہی کشمکش و انتظار

رہا۔ آخر ان کو لکھا گیا کہ یا تو خط میں اس کی اطلاع نہ دینا تھا یا اور کچھ جواب طلب مضامین نہ لکھنے تھے! **ادب**۔ ایک صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لائے اور ایک مکتب کی شکایت کی کہ اس کے مہتمم نے میرے لڑکے کو نکال دیا۔ بندہ نے نرمی سے سمجھادیا کہ میرا اس مکتب میں کوئی دخل نہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے سُنا تھا کہ تم اس کے سرپرست ہو، میں نے کہا کہ البتہ وہاں کی تنخواہ میری معرفت دی جاتی ہے، باقی انتظامی امور میں میرا کچھ دخل نہیں وہ پھر اس مہتمم کی شکایت کرنے لگے۔ میں نے کہا اس تذکرہ کا کوئی نتیجہ نہ ہوا، اس سے کیا فائدہ بجز غیبت سُنانے کے، تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہونے لگے اور وداعی مصافحہ کرتے وقت پھر کہا کہ اس مہتمم نے بڑی زیادتی کی کہ میرے لڑکے کو خارج کردیا، چونکہ میں مناسب تصریح کے ساتھ اصل حقیقت ظاہر کرکے ان کو اس شکایت سے منع کرچکا تھا انکی اس مکرر سہ کرر شکایت سے مجھ کو بڑی ہوئی اور میں نے ان سے تیزی کے ساتھ بازپُرس کی کہ افسوس باوجود اس تمام تر اہتمام کے پھر وہی بات کی جو طبیعت کے خلاف اور محض بے نتیجہ، انھوں نے کچھ تاویلیں کرنا چاہیں، مگر سب لغو، اسی حالت ان کو رُخصت کیا۔ **ادب**۔ ایک صاحب جو پہلے مل چکے تھے، عشاء کے بعد جس جگہ بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا ادھر کو آنے لگے، اور ذرا رُک رُک کر اور مجھکو دیکھ دیکھکر آتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میرے پاس آنا چاہتے ہیں مگر انتظارِ اجازت میں رُکتے ہیں۔ ایک تو عشاء کے بعد کا وقت ملنے ملانے کا نہیں ہوتا، خاص کر جو شخص کہ پہلے مل چکا ہو، پھر جب کہ معلوم ہو کہ کوئی کام نہیں محض مجلس آرائی و دربار داری ہی غرض ہے، جیسا کہ اکثروں کی عادت ہے، پھر وظیفہ میں دوسری طرف متوجہ ہونا گراں گذرتا ہے، بالخصوص بلاضرورت، پھر طلب اجازت کی صورت سے تقاضہ ہوتا ہے کہ کچھ بولو، یہ سب امور جمع

ہو کر ناگواری بڑھی، آخر وظیفہ چھوڑ کر کہنا پڑا کہ صاحب یہ وقت پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ کہنے لگے میں تو پانی پینے جاتا تھا۔ اس پر اور زیادہ ناگواری ہوئی کہ اوپری بات بناتے ہیں، مگر انھوں نے کہا کہ واقعی پانی پینے جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ پھر ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جس سے پورا شبہ ہو ادوسری طرف سے اور بے رُکے جانا چاہئے تھا۔

ادب ۳۱:- ایک طالب علم مثلاً زید نے مجھ سے اجازت چاہی کہ میں فلاں طالب علم مثلاً عمرو کے ساتھ شام کو جنگل چلا جایا کروں۔ اور اس طالب علم یعنی عمرو کے ساتھ ایک اور طالب علم کم عمر مثلاً بکر پہلے باجازت استاد کے جایا کرتا تھا اور زید کا اجتماع بکر کے ساتھ ہم لوگوں کے نزدیک خلاف مصلحت تھا تو زید کے ذمہ لازم تھا کہ اس کی اجازت مانگنے کے وقت یہ بھی ظاہر کرتا کہ اس کے ساتھ بکر بھی جاتا ہے تاکہ پورے واقعہ پر نظر کر کے رائے قائم کی جاتی، مگر نہیں معلوم قصداً یا لاپرواہی سے اس کا خفا کیا، سو اگر مجھ کو احتمال نہ ہوتا تو صرف مضمون درخواست میں کسی مانع کے نہ ہونے سے میں ضرور اجازت دیتا، اور یہ بہت بڑا دھوکہ ہوتا، مگر اتفاق سے مجھ کو یہ بات معلوم تھی اس لئے مجھ کو یاد آ گیا اور پوچھا کہ عمرو کے ساتھ کوئی اور بھی جاتا ہے؟ کہا کہ بکر جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ پھر تم نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ دھوکہ دینا چاہتے تھے، اور میں نے اس کوتاہی پر سخت ملامت کی اور سمجھایا کہ خبردار جس کو اپنا بڑا اور خیر خواہ سمجھتے ہیں اس کی ساتھ ایسا معاملہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

ادب ۳۲:- ایک طالب علم سے ایک ملازم کی نسبت دریافت کیا کہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ سو رہا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اپنی کوٹھڑی میں جاگتا تھا۔ اس پر اس طالب علم کو فہمائش کی کہ اول تو محض تخمین پر ایک بات کو تحقیقی سمجھنا یہ غلطی ہے، اور اگر خود اس کو غیر تحقیقی سمجھتے تھے تو مخاطب پر اس کے تخمینی ہونے کو ظاہر کرنا چاہئے تھا، یوں کہتے کہ شاید سو رہے ہوں،

اور یہ بھی علی سبیل التنزیل کہا جاتا ہے، ورنہ اصل جواب تو یہ کہ معلوم نہیں میں دیکھکر بتلاؤں گا، پھر تحقیق کرکے صحیح جواب دیتے، دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ اگر مجھ کو اس کا جاگنا بعد میں معلوم نہ ہوتا اور اسی خیال میں رہتا کہ وہ سوتا ہے تو بعض اوقات بلکہ مجھ کو تو بہت اوقات ایسے موقع پر یہی خیال ہوتا ہے کہ سوتے آدمی کو جگانا، بے آرام کرنا بدون ضرورت کے بے رحمی ہے اور اسی خیال سے نہ جگاتا۔ اور ممکن ہے کہ اس وقت اس سے کسی ضروری کام میں حرج ہو جاتا، گو وہ ضرورت شدت کے درجہ تک نہ ہوتی، مگر اس حرج کو اس لئے گوارا کر لیا جاتا کہ سوتے کو جگانا اس سے زیادہ ناگوار تھا۔ پھر جب بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ سوتا نہ تھا، اب اس حرج کی ناگواری کا اثر قلب پر ہوتا، اور اس راوی پر غصہ آتا تو یہ تمام تر پریشانیاں بدولت اس کے ہوتیں کہ بلا تحقیق ایک بات کہدی تھی اس کی ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیئے

مرقومہ ایک طالب علم
واصلاح دادہ مؤلف

ادب ۸۳ :- ایک شخص آئے، دریافت فرمایا کیسے تشریف لائے کچھ فرمانا ہے؟ جواب میں کہا جی نہیں، ویسے ہی ملاقات کے واسطے حاضر ہوا تھا، جب جانے لگے مغرب کے بعد فرض و سنت کے درمیان میں تعویذ کی فرمائش کی، فرمایا ہر کام کے واسطے ایک موقع اور محل ہوتا ہے، یہ وقت تعویذ کا نہیں، جب آپ تشریف لائے تھے، تو میں نے استفسار کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ ویسے ہی ملاقات کے واسطے آیا ہوں، اب اس وقت یہ فرمائش کیسی، اسی وقت پوچھنے کے ساتھ ہی آپ کو فرمائش کرنا چاہیئے تھا، لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں، میرے نزدیک یہ بڑی بے ادبی ہے، اس کے معنی تو یہ ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا نوکر ہے، کہ جس وقت چاہیں فرمائش کریں اس کی تعمیل ہونا چاہیئے۔ اب آپ ہی ذرا غور سے کام لیجئے کہ مجھکو

اس وقت کتنے کام ہیں، ایک تو سنتیں ونوافل پڑھنا، پھر بعضے ذاکرین وشاغلین کو کچھ کہنا ہے، ان کی سننا، مہمانوں کو کھانا کھلانا، افسوس ہے کہ ترقی زمانہ نا دنیا سے بالکل ادب وتہذیب مرتفع ہوگیا۔ اب تعویذ کے لئے پھر تشریف لائیے، یاد رکھئے جہاں جائے اول مقصود کا ذکر کر دینا چاہئے، بالخصوص پوچھنے پر، میں تو ہر شخص سے آتے کے ساتھ ہی دریافت کر لیتا ہوں، تاکہ جو کچھ کہنا ہے کہہ دے اور اس کا حرج نہ ہو۔ اور نہ میرا حرج ہو، اور میں خود اس وجہ سے پوچھ لیتا ہوں کہ اکثر اہل حوائج آتے ہیں اور بعض اشخاص بوجہ شرم وحیا خود نہیں کہہ سکتے۔ یا مجمع کی وجہ سے پوشیدہ بات کو ظاہر نہیں کر سکتے، پوچھنے سے وہ بتلا دیتے ہیں یا کہدیتے ہیں کہ خلوت میں کہنے کی بات ہے، میں جب موقع پاتا ہوں علیحدگی میں انکو بلا کر سن لیتا ہوں۔ اور جب آدمی منہ ہی سے نہ بولے تو کیسے خبر ہو سکتی ہے، مجھے علم غیب تو ہے ہی نہیں۔ **ادب ۳۳**:۔ بعد مغرب ایک ذاکر شاغل کو جس کی استدعا پر اس کو یہ وقت دیا گیا تھا، کچھ تلقین کے واسطے پکارا، کیونکہ ذرا دور تھے ان صاحب نے زبان سے ہاں تک نہیں کیا۔ بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھکر روانہ ہوئے جس کی اطلاع نہ ہوئی، اس لئے دوبارہ اس خیال سے پکارا کہ شاید سنا نہ ہو۔ اتنے میں وہ خود آگئے، استفسار فرمایا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا یا جواب کے لائق مجھ کو نہیں سمجھا، جواب دینے سے داعی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ مدعو نے سن لیا۔ اور جواب نہ دینے میں کلفت ہوتی ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پکارے تیسری دفعہ آواز دے، تو دوسرے کو یہ تکلیف محض آپ کی لاپروائی اور سستی کی وجہ سے ہوئی کہ آپ سے زبان نہیں ہلائی گئی۔ اگر آپ ہاں کہدیتے تو کیا مشکل تھا، آجکل علوم کی تعلیم ہر جگہ ہے لیکن اخلاق کی تعلیم مثل عنقا ہے، اب طبیعت پریشان ہو گئی پھر دوسرا وقت آپ کو دیا جائیگا، اس میں اس امر کا لحاظ رکھنا

ادب ۸۴ :- ایک ذاکر نے اثنا تعلیم میں کہ ابھی تقریر ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا، فرمایا یہ کیا حرکت ہے کہ ایک گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی دوسری بات اس میں داخل کر دی سہ

سخن را سرست اے خردمند بن　میاں در سخن در میان سخن
خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش　نگوید سخن در میان سخن

آپ کی دخل دہی کے یہ معنی ہیں کہ مقصود خواب بیان کرنا تھا اور تعلیم و تلقین آپ کے نزدیک فضول ہے، گویا میرا اتنی دیر تقریر کرنا ضائع گیا، آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا، اب اٹھو دوسرے وقت بتلا دیا جائے گا، اس وقت تمنے تعلیم کی بے قدری کی ہے،

تمام ہوا مضمون لکھا ہوا ان طالب علم صاحب کا۔

ادب ۸۵ :- جب کوئی تم سے بات کرے بے توجہی سے نہ سنو، کہ متکلم کا دل اس سے افسردہ ہو جاتا ہے خصوصاً جو تمھاری ہی مصلحت کے لئے کوئی بات کہے یا تمھارے سوال کا جواب دیتا ہو اور اس میں بھی خصوص جس کے ساتھ تمکو نیازمندی کا بھی تعلق ہو وہاں بے التفاتی کرنا اور بھی قبیح ہے۔ **ادب ۸۶** :- جس سے تم خود اپنی کوئی حاجت دنیوی یا دینی پیش کرو اور وہ اس کے متعلق تم سے کسی بات کی تحقیق کرے تو اس کو گول جواب مت دو، اس سے تلبیس نہ کرو جس سے اس کو غلط فہمی، یا الجھن و پریشانی ہو، خواہ مخواہ بار بار پوچھنے میں اس کا وقت ضائع ہو، کیونکہ وہ تمھاری غرض کے لئے پوچھ رہا ہے، اس کا تو کوئی مطلب نہیں۔ پھر اگر اس کا صاف جواب دینا منظور نہ تھا تو اپنی حاجت پیش نہ کی ہوتی خود ہی تو اس کو اس مضمون کی طرف متوجہ کیا، اور پھر اس کو دق کرتے ہو؟ **ادب ۸۷** :- گفتگو میں متکلم جس دلیل پر رد دیا

جس دعویٰ کے خلاف ثابت کر چکا ہو، تم کو ان مقدمات پر کلام کرنا تو مضائقہ نہیں مگر
بعینہٖ اسی دعویٰ یا دلیل کا اعادہ کرنا اپنے مخاطب کو ایذا پہونچانا ہے اس کا بہت خیال رکھو۔
ادب تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ کام کرنے والے آدمی کے پاس بلا ضرورت بیکار آدمی
کا بیٹھنا اس کے قلب کو مشغول و مشوش کرتا ہے۔ خاص کر جب اس کے پاس بیٹھکر اس تکتا
بھی رہے۔ اسکا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔ **ادب** بالاخانہ کے بعض پرنالے لب سڑک خاص
برسات کے پانی کیلئے ہوتے ہیں۔ دوسری اوقات میں انہیں پانی چھوڑنا راہ گیروں کو تکلیف دینا ہے،
گو کوئی تمھاری لحاظ سے نہ بولے مگر تم کو بھی تو خیال و لحاظ رکھنا چاہیے۔ **ادب** ایک مقام سے ایک لفافہ
پچاس روپیہ کا بیمہ آیا، چونکہ بدون لفافہ کھولے ہوئے معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ کس غرض سے یہ رقم
آئی ہے، اور ممکن ہے کہ بعد کھولنے کے کوئی ایسی غرض معلوم ہوتی جسکو میں گوارا نہ کر سکتا،
اور اس لئے وہ رقم واپس کرنی پڑتی یا اس غرض میں کوئی ابہام ہوتا جس کی مکرر تحقیق کی حاجت
ہوتی اور اس کی تحقیق تک اس رقم کو بلا ضرورت امانت رکھنا پڑتا اور واپسی میں بلا ضرورت
مجھ کو پھر صرف کا بار اٹھانا پڑتا، کیونکہ بعض اوقات ایسا ہو چکا ہے کہ بلا استفسار میری بلانے
کے لئے خرچ بھیجدیا اور میں نہ جا سکا یا کوئی مصرف مبہم یا غیر مبہم مگر جس کا کوئی جزو قابل تحقیق
تھا لکھا اور یہاں سے استفسار کرنا پڑا اور جواب میں دوسری جانب سے دیر ہوئی تو بس آپ انکی
محتاج ہو گئی اور جس شخص کو مشاغل زیادہ ہوں اس کو ان امور سے کوفت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ لفافہ
بیمہ میں نے واپس کردیا جس شخص کی حالت مجھ جیسی ہو اس کے ساتھ لزوماً اور دوسروں کے ساتھ
استحساناً ایسے موقع پر یہ طریقہ برتنا چاہیے کہ اول اطلاع یا استفسار کر کے اجازت حاصل
کر لیں تب بھیجیں، یا منی آرڈر کے کوپن میں صاف لکھدیں تاکہ مرسل الیہ کو معلوم تو ہو جائے
پھر خواہ وصول کرے یا واپس کرے۔ **ادب** جلال آباد میں ایک مکتب کے مدرس مریض ہو گئے
مہتمم مکتب نے مجھ سے درخواست کی کہ دو چار روز کے لئے کسی شخص کو تعلیم کے واسطے
بھیجدیا جائے میں نے اس خیال سے کہ میرے کہنے سے مجبور نہ ہو ان ہی سے کہدیا کہ

یہاں کے رہنے والوں سے پوچھ لیا جاوے جو آزادی کے ساتھ راضی ہو میری طرف سے اجازت ہے۔ انھوں نے ذاکر کو راضی کیا اور اس ذاکر نے یہ شرط لگائی کہ فلاں شخص سے (یعنی مجھ سے) پوچھ کر آجاؤں گا۔ وہ مہتمم تو چلے گئے۔ اگلے دن مجھ سے آکر اپنا عذر بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جاسکتا۔ میں نے کہا کہ یہ عذر ان مہتمم صاحب سے کہنا چاہتے تھا، ان سے بشرط میری اجازت کے وعدہ کرلیا، اب نہ جانے میں وہ اپنے دل میں کہیں گے، کہ وہ تو آنے پہ رضامند تھے فلاں شخص نے منع کردیا ہوگا تو تم مجھ پر الزام رکھنا چاہتے ہو کیسی ناشائستہ حرکت ہے۔ اب تم جلال آباد جاؤ، کہ فلاں شخص نے مجھ کو اجازت دیدی تھی مگر فلاں عذر ہے میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ میں نے اُن کو بھیجا۔ یہ نصیحت عام ہے۔ خود سُرخرو ہونا اور دوسرے کو متہم کرنا نہایت ہی مہمل بات ہے؛ **ادب ۹۲**۔ ایک دفعہ ایک دوسرے شخص کا یہ ہوا کہ ان کو ایک اور شخص سے بھی کچھ کہنا تھا اور آنے سے یہ بھی مقصود تھا، انھوں نے جانا چاہا تھا، مگر خود ناواقف تھے اور وہ آدمی اس وقت ملتا بھی نہیں، اس لئے اُن کو مشورہ دیا گیا کہ شام کو ملنا، گو اس میں کوئی خلجان پیش نہیں آیا، لیکن اور بعض مہمانوں کو ایسا قصہ پیش آیا کہ اس دوسرے کام میں چلے گئے اور دیر ہوگئی، یہاں کھانے میں انتظار کی تکلیف ہوئی، پھر گھر والے دیر تک کھانا لئے بیٹھے رہے، جس میں حرج بھی ہوا دل تنگ بھی ہوا اس لئے مناسب یہ ہے کہ جہاں طالب و تابع بن کر جائے دوسرے حوائج نہ لے جائے۔ بعض اوقات غیر مقصود قصوں میں ضروری مقصود کی رعایت فوت ہوجاتی ہے اور ضرر ہوتا ہے؛ **ادب ۹۳**۔ ایک شخص کا دل قصہ ہوا، عشاء کے بعد آپ کہنے لگے کہ میں ایک جگہ سے رضائی اوڑھنے کے لئے لے آؤں، تب ان سے کہا گیا کہ اس وقت مدرسہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، تم پکار کر سب کو بے آرام کروگے اور ان کو کپڑا دیا گیا۔ اور اس پر افسوس ہوا کہ یہ دن میں کیا سوتے تھے، یہ کام کرنا جب ضروری تھا تو سویرے سے کر کے فارغ ہونا لازم تھا؛ **ادب ۹۴**۔ اس میں کچھ آداب ہدیہ کے مختصر لکھتا ہوں، جن کا لحاظ نہ رکھنے سے ہدیہ کا لطف اور اصلی غرض یعنی ازدیادِ محبت

فوت ہو جاتی ہے۔ نمبر ۱ جس کو ہدیہ دے پوشیدہ دے، آگے اس کو مناسب ہے کہ ظاہر کر دے یہ اب اٹا قصہ ہے کہ دینے والا اظہار کی اور لینے والا اخفا کی کوشش کرتا ہے نمبر ۲ اگر ہدیہ غیر نقد ہو تو حتی الامکان مہدی الیہ کی رغبت کی تحقیق کرے ایسی چیز دے جو اس کو مرغوب ہو نمبر ۳ ہدیہ دیکر یا ہدیہ سے پہلے اپنی کوئی غرض پیش نہ کرے کہ مہدی الیہ کو شبہ خود غرضی کا ہوتا ہے نمبر ۴ مقدار ہدیہ کی اتنی زیادہ نہ ہو کہ مہدی الیہ کی طبیعت پر بار ہو اور کم جتنا چاہے ہو، مضائقہ نہیں اہل نظر کی نظر مقدار پر نہیں ہوتی خلوص پر ہوتی ہے اور زیادہ ہونے کی صورت میں واپسی کا احتمال ہے، نمبر ۵ اگر مہدی الیہ کسی مصلحت سے واپس کرنے لگے تو وجہ واپسی تحقیق کرکے آئندہ اس کا خیال رکھے۔ لیکن اس وقت اصرار نہ کرے۔ البتہ جو وجہ بناء واپسی کی ہے اگر وہ وجہ واقعی نہ ہو تو اس کے عدم وقوع کی اطلاع فوراً کرنا بھی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ نمبر ۶ جب تک مہدی الیہ پر اپنا خلوص ثابت نہ کردے ہدیہ پیش نہ کرے۔ نمبر ۷ حتی الامکان ریلوے پارسل کے ذریعہ ہدیہ نہ بھیجے کہ مہدی الیہ کو کئی طرح کا اس میں تعب ہوتا ہے۔

ادب ۹ آداب خط و کتابت

ادب ۹:۔ اس میں کچھ آداب خط و کتابت کے لکھتا ہوں:۔

نمبر ۱ خط کی عبارت اور مضمون اور خط بہت صاف ہو۔ نمبر ۲ ہر خط میں اپنا پورا پتہ لکھنا ضروری ہے، مکتوب الیہ کے ذمہ نہیں ہے کہ اس کو حفظ یاد رکھا کرے۔ نمبر ۳ اگر کسی خط میں پہلے خط کے کسی مضمون کا حوالہ دینا ہو تو پہلا خط بھی اس مضمون پر نشان بنا کر ہمراہ بھیجے۔ تاکہ سوچنے میں تعب نہ ہو اور بعض اوقات یاد ہی نہیں آتا۔ نمبر ۴ ایک خط میں اتنے سوالات نہ بھر دے کہ مجیب پر بار ہو، چار یا پانچ سوال بھی بہت ہیں، بقیہ جواب آنے کے بعد پھر بھیج دے۔ نمبر ۵ کثیر المشاغل مکتوب الیہ کو پیام و سلام پہنچانے سے معاف رکھے اسی طرح اپنے معظم کو بھی ایسی تکلیف نہ دے، خود ان لوگوں کو براہ راست جو لکھنا ہو لکھدے۔ اور جو کام مکتوب الیہ کے لئے مناسب نہ ہو اس کی فرمائش لکھنا تو اور بھی بے تمیزی ہے۔ نمبر ۶ اپنے مطلب کے لئے بیرنگ خط نہ بھیجے۔ نمبر ۷ بیرنگ جواب بھی نہ منگائے بعض اوقات یہ شخص ڈاکیہ کو نہیں ملتا اور وہ اس

خط کو واپس کر دیتا ہے تو بلا ضرورت مجیب کتا وان پڑتا ہے (نمبر ۹) جوابی رجسٹری خط بھیجنا خلاف تہذیب ہے، حفاظت میں تو غیر جوابی رجسٹری کے برابر ہوتی ہے پھر اتنی بات اس میں زیادہ ہے کہ مکتوب الیہ لیکر انکار نہیں کر سکتا۔ سو ظاہر ہے کہ اپنے معظم کو بھیجنا گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس پر بھی جھوٹ بولنے کا شبہ کیا جاتا ہے سو کتنی بڑی بے ادبی ہے، یہ قریب قریب تو آداب کے ہیں اور اسی قسم کے آداب معاشرت کسیقدر بہشتی زیور کے دسویں حصہ میں لکھدیے ہیں انکو بھی ملاحظہ فرما لیا جاوے جن میں سے بعضے عنقریب ذیل میں بھی مذکور ہیں۔ اور خلاصہ ان تمام تر آداب کا یہ ہے کہ اپنے کسی قول یا فعل یا حال سے دوسرے کی طبیعت پر کوئی بار یا پریشانی یا تنگی نہ ڈالے یہی خلاصہ ہے حسن اخلاق کا جو شخص اس قاعدہ کو مستحضر کر لیگا وہ زیادہ تفصیل سے مستغنی ہو جائیگا اسی لئے اس فہرست کو بڑھایا نہیں گیا، البتہ اس قاعدے کے لحاظ کے ساتھ اتنا کام اور کرنا پڑیگا کہ ہر قول و فعل کے قبل ذرا سوچنا ہوگا کہ ہماری یہ حرکت موجب ایذا تو نہ ہوگی پھر غلطی بہت کم ہوگی اور چند روز کے بعد خود طبیعت میں صحیح مذاق ایسا پیدا ہو جاوے گا کہ پھر سوچنا بھی نہ پڑے گا۔ یہ سب امور مثل طبعی کے ہو جاویں گے۔

بعضے آداب بہشتی زیور سے

ادب ۹۶ اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جاوے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے **ادب ۹۷** جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سنکر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہدیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جاوے۔ نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے۔ اور تم نے سنا نہ ہو، یا وہ یہ سمجھے کہ تم یہ کام کر دو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔ **ادب ۹۸** کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو، بعضی دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت، مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔ **ادب ۹۹** جہاں اور آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھکر تھوکو مت، ناک مت صاف کرو۔ اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جاکر فراغت کر آؤ۔ **ادب ۱۰۰**

کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سُننے والوں کو گھن پیدا ہو، بعضے نازک مزاجوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ **ادب ۱۰۱** :۔ بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو، جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے۔ ناحق دل ٹوٹے گا۔ بلکہ تسلی کی باتیں کرو کہ ان شاء اللہ سب دُکھ جاتا رہے گا۔ **ادب ۱۰۲** :۔ اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو ناحق اس کو شبہ ہوگا، اور یہ جب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے درست بھی ہو۔ اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات کا کرنا گناہ ہے **ادب ۱۰۳** :۔ بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا ہونے نہ دو اگر دھوبی کے گھر کے دُھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن کے ہی کپڑے دھو ڈالو۔ **ادب ۱۰۴** :۔ آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔ **ادب ۱۰۵** :۔ مہمان کو چاہئے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دستر خوان میں ضرور چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔ **ادب ۱۰۶** :۔ راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن یا اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو۔ **ادب ۱۰۷** :۔ بچوں کو ہنسی میں اچھالو مت اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ، شاید گر پڑیں۔ **ادب ۱۰۸** :۔ پردہ کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے۔ **ادب ۱۰۹** :۔ گٹھلی چھلکا کسی آدمی کے اوپر سے مت پھینکو۔ **ادب ۱۱۰** :۔ کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لیگا۔ **ادب ۱۱۱** :۔ جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کا حال مت پوچھو **ادب ۱۱۲** :۔ کسی کے غم یا پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو قبل پختہ تحقیق کے کسی سے نہ کہو، بالخصوص اس کے عزیزوں سے۔ **ادب ۱۱۳** :۔ دستر خوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت ہٹاؤ، دوسرے برتن میں لے آؤ۔ **ادب ۱۱۴** :۔ لڑکوں کے سامنے کوئی بات بے شرمی کی مت کہو۔

تمام ہوئے بعضے آداب بہشتی زیور کے، اور یہاں تک اکثر آداب وہ ہیں جن کا برابر والوں

یا اکابر کے ساتھ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اب دو چار آداب ایسے بھی بتلاتا ہوں جن کا لحاظ بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ رکھنا مناسب یا واجب ہے۔

ادب ۱۱۵:۔ بڑوں کو بھی بہت نازک مزاج نہ ہونا چاہئے کہ بات بات میں بگڑا کریں بات بات پر جھنکا کریں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جیسے دوسرے تم سے بے تمیزی کرتے ہیں، تم اگر اپنے سے بڑوں کے ساتھ رہو سہو تو تم سے بھی بہت بے تمیزیاں ہوا کریں یہ سمجھ کر کچھ تسامح بھی کیا کرو اور ایک بار دو بار نرمی سے سمجھا دو۔ جب اس سے کام نہ چلے تو مخاطب کی مصلحت کی نیت سے تندی و درشتی کا بھی مضائقہ نہیں۔ اگر تم نے بالکل تحمل نہ کیا تو صبر کی فضیلت سے ہمیشہ محروم رہے۔ اور جب خدا نے تم کو بڑا بنایا ہے تو ہر طرح کے لوگ تمہاری طرف رجوع کریں گے۔ ان میں مختلف طبائع مختلف عقول کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک ہی تاریخ میں سب یکساں کیسے ہو جائیں گے۔ یہ حدیث قابل یاد رکھنے کے ہے۔ "المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم"۔

ادب ۱۱۶:۔ جس شخص کی نسبت تم کو قرائن سے متیقن یا مظنون ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں۔

ادب ۱۱۷:۔ اگر بلا فرمائش کے کوئی تمہاری مالی یا بدنی خدمت کرے تب بھی اس کا خیال رکھو کہ اس کی راحت یا مصلحت میں خلل نہ پڑے۔ یعنی اس کو زیادہ جاگنے مت دو، اس کی گنجائش سے زیادہ اس کا ہدیہ مت لو، اگر وہ تمہاری دعوت کرے بہت سے کھانے مت پکانے دو، ہمراہی میں بہت سے آدمیوں کی دعوت مت کرنے دو۔

ادب ۱۱۸:۔ اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاق ایسا

ہو جائے تو دوسرے وقت اس کا دل خوش کردو۔ اگر تم سے واقعی زیادتی ہوگئی ہو
تو بے تکلف اس سے معذرت کرکے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو، عار مت کرو،
قیامت میں وہ اور تم برابر ہوگے۔ **ادب ۱۱۹**:۔ اگر گفتگو میں کسی کی بے تمیزی پر
زیادہ تغیر مزاج میں ہونے لگے تو بہتر ہے کہ بلا واسطہ اس سے گفتگو مت کرو، کسی
اور مزاج شناس سلیقہ شعار کو بلا کر اس کے واسطے سے گفتگو کرے تا کہ تمہارا تغیر
دوسرے پر اور اس کی بے تمیزی تم پر اثر نہ کرے۔ **ادب ۱۲۰**:۔ اپنے کسی خادم
یا متعلق کو اپنا ایسا مقرب مت بناؤ کہ دوسرے لوگ اس سے دبنے لگیں، یا
وہ دبانے لگے۔ اسی طرح اگر وہ لوگوں کی روایات و حکایات تم سے کہنے لگے، منع
کردو ورنہ لوگ اس سے خائف ہو جائیں گے اور تم لوگوں سے بدگمان ہو جاؤ گے
اسی طرح اگر وہ کسی کا پیام یا سفارش تمہارے پاس لائے سختی سے منع کردو تا کہ لوگ
اس کو واسطہ سمجھ کر اس کی خوشامد نہ کرنے لگیں۔ اس کو نذرانے نہ دینے لگیں۔
یا وہ لوگوں سے فرمائش نہ کرنے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام لوگوں کا تعلق
براہ راست اپنے سے رکھو۔ کسی شخص کو واسطہ مت بناؤ عہ ہاں اپنی خدمت
کے لئے ایک آدھ شخص خاص کر لو مضائقہ نہیں، مگر اس کو لوگوں کے معاملات
میں ذرہ برابر دخل نہ دو۔ اسی طرح مہمانوں کا قصہ کسی پر مت چھوڑو، خود سب
کی دیکھ بھال کرو، گو اس میں تم کو تعب زیادہ ہوگا، مگر دوسروں کو تو راحت
و سہولت رہے گی اور بڑے تو تعب کے لئے ہوا ہی کرتے ہیں۔ خوب کہا گیا ہے ؎

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی ۔۔۔ کانگشت نمائے عالمے خواہد شد

اب ان آداب و قواعد کو ایک بے قاعدگی کے قاعدہ پر ختم کرتا ہوں۔

عہ یہی عدد اغلاط عوام کا ہے ۱۲ منہ

وہ یہ کہ ان میں بعض آداب تو عام ہیں۔ ہر حالت اور ہر شخص کے لئے۔ اور بعضے آداب وہ ہیں جن سے بے تکلف مخدوم یا بے تکلف خادم مستثنیٰ بھی ہیں۔ چونکہ اس درجہ کی بے تکلفی تک پہونچ جانے کا ادراک وجدانی وذوق ہے۔ اس لئے ایسے آداب کی تعیین بھی وجدان وذوق پر چھوڑتا ہوں اور رسالہ کو اس شعر پر جو کہ ادبِ تکلف اور ادبِ بے تکلفی دونوں کے لئے جامع ہے تمام کرتا ہوں ؎

ادبوا النفس ایہا الاصحاب　　　طرق العشق کلہا آداب

ویوم ختامہ ہو یوم ختام رسالۃ اغلاط العوام بفضل قدر اکثر من ساعۃ واقل من ساعتین وہو تامن المحرم ۱۳۳۲ھ فی تھانہ بھون۔

عہ اما للاول فبان یقال فی معناہ ان طرق العشق منحصرۃ فی الآداب، فمن الآداب لہ لاعشق لہ واما للثانی فان یقال فی معناہ ان ماہو من طرق العشق کلہا ادب فما کان عشقاً فہو ادبٌ۔ وان کان خلاف ادب فی بظاہر وتطبیق المصرع الثانی علی المعنیین غیر خفی ۱۲ منہ

ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اما بعد حمد و صلوٰۃ کے مؤلف رسالہ ہذا اپنے برادران اسلامی کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ عرصے سے دیکھتا تھا کہ بعض اسلامی بھائی ہوتے حقوق والدین میں بقدر زیادتی اور مبالغہ کرتے ہیں کہ جس سے دیگر اہل حقوق کے حق ضائع ہوتے ہیں، اور حضرت ذوالجلال والاکرام کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اور پھر اس بدعت کو عمدہ شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت نے ہم کو اطاعت والدین اسی طرح سکھلائی ہے۔ اور اپنی کج فہم کے موافق آیات و احادیث پیش کرتے ہیں۔ سو اس ناشائستہ حرکت کو دیکھکر دل دُکھتا تھا اب بفضل خالق اکبر ایک مضمون اس بارے میں لکھنے کا قصد کیا اور اپنے پیارے پروردگار رحیم و کریم سے اختتام رسالہ اور راہ صواب کی دعا کی، اللہ تعالیٰ بطریق حق اس کتاب کو پورا فرماوے۔ آخر میں ایک مفید تذییل اضافہ کیجائے گی جس میں حقوق شوہر اور حقوق استاد کا مبالغہ بیان ہو کر امر حق واضح کیا جاوے گا۔ اصل مقصود رسالہ کے امور مذکورہ ہیں، مگر ضمناً اور فوائد بھی بیان کیے جاویں گے۔ یہ سمجھ لینا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کو حق تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے اور مقصود اور مستقل بالذات ہمارے ذمہ اس خالق اکبر ہی کی تابعداری ہے۔ اور باقی جن حضرات کی تابعداری ہمارے ذمہ اللہ پاک نے لازم کی ہے وہ مقصود بالغیر اور تابع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اصل تابع پر ہمیشہ اور مقصود ذریعہ پر دوامًا مقدم ہوا کرتا ہے۔ اگر وسیلہ اور فرع کی اطاعت سے اصل اور مقصود کی تابعداری میں نقصان ہوگا تو وہ تابعداری مذموم اور ناجائز ہوگی، حسب قواعد عقلیہ و نقلیہ و عرفیہ۔ ورنہ اصل کا فرع اور فرع کا اصل ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ قلب موضوع

سے ہے جو باطل، اور مقصود سے دور ہے۔ پس اس قاعدۂ کلیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات اور احادیث وغیرہ سے مقصود کو ثابت کرتا ہوں، خوب غور سے سمجھئے، یہ رسالہ انشاء اللہ تعالیٰ عوام و خواص کی غلطی رفع کرے گا۔ بعض خواص بھی بوجہ عدم تدبر اس مغلطۂ عظیم میں مبتلا ہیں۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ط

آغازِ مقاصدِ کتاب

(۱) پارہ پندرہ سورۂ بنی اسرائیل وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۵ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۵ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ ط اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۵ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۵ **ترجمہ:**۔ اور قطعی حکم دیدیا تیرے رب نے کہ کسی کو نہ پوجو اس (اللہ) کے سوا۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک (کرو) (اگر پہونچ جاویں بڑھاپے کو تیرے سامنے والدین میں کا ایک یا دونوں (بڑھاپے کی قید اہتمام کے لئے ہے کہ یہ حالت زیادہ تعظیم کی مقتضی ہے۔ اور نیز اس حالت میں انکو خدمت کی زیادہ حاجت ہے، اور ایسی حالت میں اولاد کو بوجہ شفقت شدید غصہ آنے کا احتمال ہے، ورنہ بغیر بڑھاپے کی حالت کا بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ سورۂ لقمان کی آیت وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا اور ان کا ساتھ دے

عہ نقل الفقیہ ابو اللیث قال صلی اللہ علیہ وسلم العتاب یا عمر فی ان لیطعمھما اذا جاعا ویکسوھما اذا عریا ۱۲

دنیا میں عمدہ طور پر) اس حکم کو مطلقاً ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ ایذائے والدین اپنے ساتھ نیکی کے خلاف ہے۔ جس کا حکم ہے اور جس لفظ کا کہنا حالت بڑھاپے میں حرام کیا گیا ہے وہ ایذا ہے خوب سمجھ لو) تو اُن کو ہوں بھی نہ کہنا۔ اور نہ اُن کو جھڑکنا۔ اور کہہ اُن سے تعظیم کی بات اور جھکا دے اُن کے آگے عاجزی کا بازو (یعنی عاجزی کا برتاؤ کر) نیاز سے۔ اور کہہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما۔ جیسا انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اگر تم سعادتمند ہو گے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخشتا ہے۔ (یعنی سعادت سمجھ کر والدین کی خدمت کرنا یا ایک بوجھ سمجھ کر نباہنا سب کچھ ہم خوب جانتے ہیں۔ البتہ اگر نیت نیکی پر ہو اور کسی وقت تنگ دلی یا غصہ میں کچھ ناراض کر بیٹھو اور پھر توبہ کر لو تو ہم (اپنی نافرمانی کا گناہ) معاف کر دیں گے۔ (اور خود اُن سے بھی کہ جن کا قصور کیا ہے بحالت قدرت معافی مانگنا ضرور ہے۔ مجبوری میں اُن کے لئے کثرت سے استغفار کرے۔ حق تعالیٰ قیامت میں معاف کرا دیں گے۔ اور سعادت مند ہونے کی قید خصوصیت سے معافی کے لئے ہے ورنہ گناہ تو کسی طریق پر ہو سچی توبہ سے معاف کر دیا جاتا ہے)۔ اور دے قرابت دار کو اس کا حق، اور محتاج کو اور مسافر کو مت اُڑا بکھیر کر (حق تعالیٰ نے حدّ اعتدال قائم رکھنے کو حقوق والدین کے متصل دیگر حقوق کا ادا کرنا بھی فرض کر دیا، کیونکہ احتمال تھا کہ اس شد و مد کے ساتھ والدین کی اطاعت کا حکم دیکھکر کوئی شخص کسی دوسرے کے ادائے حقوق کو محض معمولی بات خیال کرکے اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا اور رضائے والدین کو مقدم کرتا مثلاً والدین کہتے کہ تو اپنے اہل و عیال کو ایذا دے، خورد و نوش واجب میں کمی کر تو یہ کرنے لگتا۔ پس رحیم و کریم نے یہ بتلا دیا کہ ہر چیز کی حد ہے، والدین کی وجہ سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ کرو یہ وجہ ربط ہے دونوں مضمونوں میں، دوسری وجہ یہ کہ اول والدین

کا حق بیان کیا جو نہایت مؤکد ہے۔ پھر دیگر اہل قرابت اور دوسرے حضرات کے حقوق کا بیان کیا، پس اعلیٰ کو مقدم اور ادنیٰ کو مؤخر کیا) **(فوائد)** اس آیت سے والدین کو اُف (یعنی ہوں) کہنا منع ثابت ہوا (اور جو دوسرا لفظ یا برتاؤ ایسا ہی ہو اس کا بھی حکم یہی ہے) اور وجہ اس لفظ کے ممنوع ہونے کی حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایذائے والدین بیان فرمائی ہے۔ یعنی اس لفظ اور مثل اس کے دیگر الفاظ اور برتاؤ سے اُن کو رنج پہونچتا ہے، کیونکہ یہ کلمہ ہتک اور بے عزتی کا ہے۔ پس قاعدہ کلیہ یہ ہوا کہ جس بات میں والدین کو واقعی ایذا ہو (جو عند الشرع معتبر ہے) وہ برتاؤ قولی ہو یا فعلی اُن کے ساتھ منع اور حرام ہوگا اور جس برتاؤ سے رنج مذکور بشروط مذکورہ نہ ہو وہ منع نہ ہوگا۔ اس علت اور حکم کا ہر جگہ خیال رکھئے، تمام احکام کا مدار اسی علت پر ہے۔ اور قرآن میں اس آیت سے زیادہ کسی آیت میں حقوق والدین کی شدت نہیں بیان ہوئی۔ اگر یہ لفظ یا اس کے مثل کسی قوم میں بطور تعظیم بولا جاتا ہو تو اس کا اطلاق والدین پر جائز ہوگا۔ چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے، چند مسائل اس علت پر مبنی کر کے بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں۔ پھر جن احادیث سے لوگوں کو شبہ پڑا ہے اُن کو نقل کر کے جواب معقول قلمبند کروں گا۔ اور بعض احادیث

---

[1] روی عن بعض التابعین رضی اللہ عنہ انہ قال من دعا لابویہ فی کل یوم خمس مرات فقد ادی حقہما لان اللہ تعالیٰ قال ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر فشکر اللہ تعالیٰ ان یصلی فی کل یوم خمس مرات وکذالک الوالدین ان یدعو لہما فی کل یوم خمس مرات کذا قال الفقیہ ابو اللیث قدس سرہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو علم اللہ شیئا من العقوق ادنیٰ من اف لنہی عن ذلک فلیعمل العاق ماشاء ان یعمل فلن یدخل الجنۃ ولیعمل البار ماشاء ان یعمل فلن یدخل النار رواہ الفقیہ الممدوح قلت لہ ینبغی ان یتصدق عنہم اذا ادی الزکوٰۃ وغیرہا وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یجزی ولد والدا الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ مروی بسند صحیح ۱۲

جو غیر معتبر ہیں اس باب میں وہ بھی اس کے بیان غیر معتبر کے ساتھ نقل کروں گا۔

(۱) جو سفر (خواہ تجارت کا سفر ہو خواہ حج وغیرہ کا بشرطیکہ وہ سفر فرض و واجب نہ ہو) ایسا ہو جس میں غالب ہلاکی کا اندیشہ نہیں بغیر اجازت والدین درست ہے۔ اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو اُن کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ درمختار اور عالمگیری میں موجود ہے۔ اور جو سفر فرض یا واجب ہو اس میں تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب والدین اپنی ضروری خدمت کے محتاج نہ ہوں خواہ اُن کو حاجت ہی نہ ہو یا کوئی دوسرا کوئی ضروری خدمت کرنے والا موجود ہو۔ وجہ یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں والدین کو کوئی رنج وتکلیف واقعی اور قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اس صورت میں والدین کے خلاف کام کرنا درست ہے نہ حرام نہ مکروہ۔

(۲) اگر والدین کو ضروری حاجت کے لئے (جس کو شریعت نے ضروری کہا ہے مثلاً طعام ولباس وغیرہ وادائے قرض) خرچ کی ضرورت نہ ہو اور اولاد کے پاس اپنی ضروری حاجت سے روپیہ یا دوسری قسم کا مال زائد ہو اور والدین اولاد سے طلب کریں تو اولاد کو دینا ضروری نہیں۔

(۳) والدین بغیر احتیاج خدمت نوافل پڑھنے کو منع کریں یا کسی دوسرے غیر ضروری کام کرنے سے روکیں تو اس صورت میں اُن کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ خدمت ضروری کے محتاج ہوں اور نوافل وغیرہ میں مشغولی اُن کو تکلیف دے اور کوئی دوسرا خادم نہ ہو تو اولاد پر ضرور واجب ہے کہ نوافل وغیرہ چھوڑ کر اُن کی خدمت کرے۔

(۴) اگر والدین حقہ نوش ہوں اور حقہ پینا بغیر کسی مرض اور معذوری کے ہو اور اولاد سے حقہ تیار کرنے کی فرمائش کریں (حقہ پینا سخت مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر

کوئی خاص حُقّہ ہو اور اس سے کسی ضرر اور بدبُو منھ میں پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ یا کوئی ایسا مرض ہو کہ سوائے حُقّہ کے کسی وجہ سے دوسرا علاج ممکن نہ ہو تو شرعاً بلا کراہت اجازت ہے۔ صاحب مجالس الابرار نے نہایت تحقیق اور تفصیل سے حُقّہ کی مذمت ثابت کی ہے) تو اولاد پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں بلکہ ایک فعل مکروہ کا مرتکب ہوتا ہے جو شرعاً مذموم ہے۔ اور ضرورت کی حالت میں جس کی تفصیل بیان ہو چکی اس فرمائش کی تعمیل واجب ہے۔

(۵) اگر کسی کی بیوی سے کوئی (واقعی) تکلیف اور رنج اس شخص کے والدین کو نہ پہونچتا ہو خواہ مخواہ والدین اُس شخص کو حکم کریں کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے، تو اس کہنے کی تعمیل اُس آدمی پر ضروری نہیں بلکہ ایسی صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے۔ طلاق اللہ پاک کے نزدیک بڑی بُری چیز ہے[عہ] فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہ تحریمی ہے۔[عہ] نکاح تو وصال کے لئے موضوع ہے یہ فراق بلا وجہ کیسے روا ہو سکتا ہے۔ وفصلہ ابن الہمامؒ فی فتح القدیر وحققہ۔

عہ لاترد علینا حال سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما الطلقات کثیرۃ لازواجہ کما ہو مذکور فی الکتب فانہ لایظن انہ کان یفعلہ بغیر سبب ولو فرضنا کذالک فہو قیاس الصحابیؓ فلا یلزم علینا اتباعہ ۱۲

عہ قال الشیخ ابن الہمام فی کتاب الطلاق من فتح القدیر ولا یخفی ان کلامہم فیما سیاتی من التعالیل یصرح بانہ محظور لما فیہ من کفران نعمۃ النکاح وللحدیثین المذکورین وغیرہما وانما ابیح للحاجۃ والحاجۃ ما ذکرنا فی بیان سببہ فبین الحکمین منہم تدافع فالاصح حظرہ الا لحاجۃ للادلۃ المذکورۃ ویحمل لفظ المباح علی ما ابیح فی بعض الاوقات اعنی اوقات تحقق الحاجۃ المبیحۃ انتہی الی ہہنا کلامہ ثم طول کلامہ فان شئت فارجع الیہ ۱۲

(۶) اگر والدین کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو، مثلاً فرمائیں کہ اہل حق کی مدد نہ کرو یا زکوٰۃ نہ دو یا دینی تعلیم نہ کرو یا اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو ان صورتوں میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے۔ جب کہ وہ کام ضروری ہو جس سے وہ روکتے ہیں، ہاں اگر ان کو کوئی (واقعی اور سخت) تکلیف ہو مثلاً وہ بیمار ہوں، اور کوئی خادم نہ ہو اور نماز کا وقت ہو اگر ان کی خبر گیری نہ کی جائے تو سخت تکلیف کا اندیشہ ہے۔ پس ایسی صورت میں اگر وہ نماز قضا کرنے کو کہیں تو قضا کر دے، پھر کسی وقت قضا پڑھ لے۔ اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ اور خواہ مخواہ روکیں تو واجب ہے۔

(۷) اگر والدین کہیں کہ تم ہماری فلانی اولاد کو (کہ وہ صاحب حاجت نہیں ہے) اس قدر رقم دیدو تو باوجود گنجائش کے بھی یہ رقم دینا واجب نہیں۔ (یہاں تک مع نظائر یہ بیان ہو گیا کہ کس کس جگہ والدین کے حکم کی تعمیل واجب اور کس مقام پر منع ہے اور کس مقام پر جائز ہے۔ غرض ہر جگہ اطاعت والدین ضروری نہیں)

(۹) حدیث میں ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا افضل ہے نماز سے اور روزہ سے اور حج سے اور عمرہ سے اور جہاد سے راہ خدا میں (یہ حدیث ثابت نہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ اور اس کو حدیث کہنا روا نہیں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے مختصر سے نقل کیا ہے۔ فوائد مجموعہ میں اور قاعدۂ شرعی کے خلاف ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا)

(۱۰) مشکوٰۃ باب البر والصلۃ میں بروایت ترمذی مذکور ہے رضائے پروردگار رضائے والدین میں ہے (یعنی والدین اگر راضی رہیں تو اللہ تعالیٰ بھی راضی رہے اور اگر وہ ناراض رہیں تو خدا بھی ناراض رہے) اور ناخوشی پروردگار کی ناخوشی والدین میں ہے۔

ف یہاں سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ ہر کام میں والدین کی رضا لازم ہے ورنہ گناہ ہوگا۔

حالانکہ یہ حکم نہیں۔ پس مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جن امور میں اطاعت والدین شرعاً ضروری ہے ان امور میں اگر کوتاہی کرے گا تو ناراضی حق حاصل ہوگی۔ اور نافرمان جب ہی ہوگا جبکہ حقوق ضروریہ ادا نہ کرے۔ پس یہ حکم مطلقاً نہیں بلکہ داخل ہے اسی قاعدۂ کلیہ میں جو ابتداءً قائم کیا گیا ہے۔ کہ جس بات کے کرنے سے والدین کو تکلیف ہو وہ کام نہ کرنا واجب ہے۔ اور اس حدیث کا شان نزول خصوصیت بیان حقوق والدین اور مراد مذکور پر دلالت کرتا ہے جس کو اشعۃ اللمعات میں نقل کیا ہے۔ اور راز یہ ہے کہ ہر امر میں اطاعت کا حکم دیا جاتا اور اسی طرح عورت کو ہر امر میں خاوند کی اطاعت کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ عبادت الٰہی سے جو پیدائش انسان سے اصلی مقصود ہے محروم ہو جاتے اور اپنے اصلی محبوب کی یاد سے اور اس کے ذکر کی حقیقی لذت اور کمالات عالیہ سے محروم رہتے۔ جس بغیر طالب خالق اکبر کو چین ہی نہیں اور مقصود بھی وہی ہے جیسا کہ تمہید میں بیان کر چکا ہوں۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ اور ہم نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے"۔

اور حدیث قدسی جو باعتبار سند ضعیف مگر ہمارے مقصود کو غیر مضر اور باعتبار تحقیق حضرات اہل کشف صحیح ہے اسی مضمون کو بتلاتی ہے اور وہ یہ ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ "میں خزانہ میں پوشیدہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں سو پیدا کیا میں نے مخلوق کو"۔ پس معلوم ہوا کہ عبادت الٰہی اور معرفت محبوب حقیقی مقصود ہے پیدائش مخلوق سے پس ہر جگہ اس کو مقدم رکھا جائیگا۔

(۴) مشکوٰۃ کے مقام مذکور میں حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد ان کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک بیوی ہے جس کے طلاق دینے کا میری ماں حکم کرتی ہے (آیا طلاق دوں یا نہیں) پس فرمایا اس سے حضرت موصوف نے میں نے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ باپ (اور ماں) افضل دروازہ بہشت کا ہے (یعنی سبب داخل ہونے جنت میں افضل دروازے جنت سے رضائے والد (اور والدہ) ہے'۔ پس اگر تو چاہے تو حفاظت کر دروازے کی یا ضائع کر دے اس کو (یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس عورت سے اُس مرد کی والدہ کو تکلیف (واقعی) پہونچتی تھی اس وجہ سے طلاق دلانا چاہتی تھی۔ ورنہ خواہ مخواہ طلاق دلانا ظلم ہے اور ظلم پر مدد کرنا ظلم ہے، پس طلاق جو ظلم ہے صورت مذکورہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اس کی کیسے اجازت دے سکتے تھے۔ نیز یہی جواب ہے اُس حدیث کا جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اُن کے صاحبزادے اپنی بیوی کو طلاق دیدیں اور صاحبزادے طلاق دینا نہیں چاہتے تھے تو انھوں نے جناب سرورِ عالمؐ سے مسئلہ دریافت کیا، آپؐ نے طلاق دینا ارشاد فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے مقبول صحابی کسی پر کیسے ظلم کرتے، اگر بفرض محال ایسا کرتے تو حضور سرورِ عالمؐ کیسے گوارا فرماتے اور ظلم کی کس طرح اعانت فرما سکتے تھے۔ اس حدیث کی تقریر قریب اسی تقریر کے حضرت امام ہمام غزالی قدس سرہٗ نے احیاء العلوم میں فرمائی ہے۔)

(۵) حضرت ابن عباسؓ سے مشکوٰۃ کے باب مذکور میں بروایت بیہقی روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول مقبولؐ نے جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ فرمانبردار ہو حق تعالیٰ کا ماں باپ کے حق ضروری ادا کرنے میں تو وہ ایسے حال میں صبح کرتا ہے کہ دو دروازے جنت کے اس کے لئے کُھلے ہیں۔ اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو اور یہ برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے تو بطریق مذکور ایک دروازہ جنت کا اس کے لئے

سلہ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے ۱۲

کُھلا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جو صبح کرے اس حال میں کہ نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کی والدین کے حقوق (ضروریہ) میں تو دو دروازے جہنم کے کُھل جاتے ہیں۔ اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کُھل جاتا ہے۔ ایک مرد نے عرض کیا کہ اگرچہ والدین اُس پر ظلم کریں (یعنی باوجود اُن کے ظلم وزیادتی کے بھی ان کی اطاعت ہی کرے) حضورِ اقدس نے تین بار فرمایا کہ اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں (تب بھی اس کو اطاعت ہی چاہئے اور ضرور ہے۔ واضح رہے کہ مطلب یہ ہے کہ والدین کے ظلم کرنے کی وجہ سے جو حقوق اُن کے اولاد پر ضرور ہیں اُن کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے کہ انھوں نے ہمارے ساتھ برائی کی ہم بھی ایسا ہی کریں یہ غرض نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے کام کا حکم کریں جو شرعاً ظلم ہو اور اس میں ان کا کہنا مانے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "نہیں ہے کسی طرح کی تابعداری کسی مخلوق کی خالق کی نافرمانی میں"۔ یعنی کسی مخلوق کا کسی قسم کا حکم ماننا جو خالق کے حکم کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور یہ جملہ صورۃً خبر ہے اور مراد اس سے نہی ہے۔ اور نہی بصورتِ خبر ابلغ ہوتی ہے خود نہی کے صیغہ سے۔ پس نہایت تاکید سے یہ امر ثابت ہوا کہ کسی مخلوق کا کوئی کہنا ماننا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو ہرگز جائز نہیں۔ خوب سمجھ لو)

(۶) بیوی کے نفقہ کے سوا اور اہلِ قرابت کا نفقہ مرد کے ذمہ اُس وقت واجب ہوتا ہے، جبکہ وہ اس قدر مال کا مالک ہو جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ اور والدین بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ اور بیوی کا نفقہ ہر صورت میں فرض ہے خواہ شوہر فقیر ہو یا امیر ہو (حاشیہ شرح وقایہ) پس معلوم ہوا کہ جب تک بقدر مال مذکور مرد کے پاس نہ ہو والدین کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب نہ ہوگا۔ اس تقریر سے یہ غرض نہیں کہ انسان والدین سے بے رُخی اور

ان کے ادائے حقوق میں کوتاہی اور ان کی احسان فراموشی کرے کہ یہ تو بہت بُری بات ہے۔ بلکہ غرض اس تمام تقریر سے یہ ہے کہ مبالغہ رفع کر دیا جاوے۔ وہ حقوق بھی بیان ہو جاویں جو واجب ہیں اور وہ بھی جو غیر ضروری اور مستحب یا مُباح ہیں۔ والدین رب مجازی ہیں ان کا بڑا لحاظ اور بڑی اطاعت کرنی چاہیے اور چونکہ حقوق والدین مشہور ہیں اُن کے بیان کی حاجت نہیں۔ نیز یہ کتاب جس مبالغہ رفع کرنے کے واسطے موضوع ہے وہ اس کا اصلی مقصد ہے۔ اور صورتِ مذکورہ میں مستحب مؤکد ہے کہ اگر کوئی خاص مجبوری نہ ہو تو باوجود اس قدر مال نہ ہونے کے بھی ان کی خدمت کرے۔ اگرچہ خود کو تکلیف ہو۔

(۷) والدین کے فرمانے سے مشتبہ مال کا کھانا واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں والدین کو کوئی معتبر اور واقعی تکلیف نہیں، ہاں اگر اولاد مرنے لگے اور سخت تکلیف ہو اور والدین اصرار کریں کہ مشتبہ مال صَرف کرو اور حلال طیب مال پر اُن کو قدرت نہ ہو تو اُن کی فرماں برداری کے لئے بقدر حاجت کھالے۔ ہاں اگر وہ کھانے والا صاحب قلب صافی اور بزرگ ہو تو جب بھی نہ کھائے کہ ایسا مال ایسے شخص کو جسمی اور ظاہری اور باطنی اور معنوی سخت نقصان دیتا ہے۔ جیسا کہ بندہ کا اور دیگر حضرات کا تجربہ ہے۔ اور ایسی صورت میں والدین کی فرماں برداری واجب نہیں۔ اس لئے کہ اپنی ذات کو از خود ہلاکی میں ڈالنا ممنوع ہے۔ اور اس میں نافرمانی خالق ہے۔ اور مخلوق کی اطاعت ناراضی خالق میں روا نہیں۔ اور ایسی صورت میں تکلیف سے، گر مر جاوے اور خراب مال نہ کھاوے تو بڑا ثواب ہوگا۔

(۸) لباب النقول میں ہے کہ جنگ بدر میں ادھر مسلمانوں کے لشکر خدائی گروہ

ؔ دبہ قال بعض العلماء لعلہ الغزالی قدس سرہ قلت ان من افتی بذلک فہو کان محققا ۱۲

میں حضرت ابو عُبَیدہؓ بن الجراحؓ تھے اُدھر کفّار کے لشکر شیطانی گروہ میں اُن کے باپ جو مُشرک تھے اپنے بیٹے کے جان سے مارنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے حضرت ابو عبیدہؓ نے جب دیکھا میرا باپ کافر مجھ کو میرے اسلام کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اِدھر اُدھر بچے پھرتے رہے۔ آخر کار موقع پاکر باپ کو مار ڈالا تو آیات ذیل نازل ہوئیں، نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے باپ ابو قحافہؓ نے کفر کی حالت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ مُنھ سے نکالا، حضرت صدیقؓ نے فوراً مُنہ پر طمانچہ کھینچ مارا وہ گر پڑے اور حضورؐ سے شکایت کی، سرورِ عالم نے یہ قصّہ حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی۔ ورنہ ایسے لے جا کلے پر گردن اُڑادیتا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ان آیات کا شانِ نزول یہ دو سبب ہیں۔ اور وہ آیتیں سورہ مجادلہ پارہ ۲۸ میں ہیں، جن کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ تو نہ پائے گا اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور روزِ آخرت پر کہ وہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے گو وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے کُنبے کے، یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھدیا ہے (یعنی خوب رچادیا ہے) اور ان کی تائید کی فیضانِ غیبی سے اور ان کو داخل فرمائے گا ایسے باغوں میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے۔

سنو جی، اللہ کا لشکر وہی فلاح پانے والے ہیں۔ یہاں سے بخوبی روشن ہو گیا کہ اللہ پاک کے حق کے سامنے والدین کے حق کی کیا وقعت ہے۔ اور ثابت ہوا

لہ یہ بڑے زاہد صحابی ہیں ۱۲ ؎ پھر یہ اسلام لے آئے تھے ۱۲

کہ جہاد میں باپ کو خود قتل کرنا درست ہے۔ اور ہدایہ میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ جہاد میں اپنے باپ کے مارنے کو دوسرے کو اشارہ کر دے خود نہ مارے، سو ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مستحب ہے۔ کہ ادب پدری بھی ملحوظ رہے گا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائیگا اور یہ بھی جب ہے کہ دوسرا شخص موجود ہو ایسے موقع پر اس کو بخوبی مار سکے۔ کفر اور فسق کا انجام ذلت ہے۔ پس ادب پدری طور پر نہیں باقی رہ سکتا۔ پس اگر والدین فاسق ہوں تو خوب اچھے طریق پر نصیحت کرے اور اگر ضرورت ہو اور جھڑک دے تاہم کچھ گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ معاملہ دینی میں کسی کی رعایت جائز نہیں۔ لیکن حتی المقدور خاص طور پر ادب ملحوظ رکھے۔ جہالت سے نہ پیش آوے۔ متانت اور ادب کا برتاؤ کرے۔ حد شریعت کے اندر اندر خوب سمجھ لو۔ اور حضرت ابراہیم نے جو اپنے کافر باپ کو باوجود کفر اور نصیحت نہ ماننے کے کوئی تکلیف نہیں دی۔ سو اس وجہ سے کہ اُن کو بظاہر امید تھی کہ یہ نرمی سے نصیحت قبول کریں گے اور اسی شفقت کی وجہ سے استغفار کرنے کا اُن کے لئے وعدہ کیا تھا۔ مگر جب یہ امید منقطع ہو گئی اور معلوم ہوا کہ یہ دشمن خدا ہے۔ اور استغفار بوجہ کفر اُن کو مفید نہ ہو گی تب اُن سے بیزار ہوئے۔

(۹) احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ جو خدا کا فرماں بردار نہ ہو اور والدین کا فرماں بردار ہو تو بوجہ اطاعت والدین نامہ اعمال میں وہ نیک لکھا جاتا ہے۔ اور جو اس کے خلاف ہو

۱؎ یدل علیہ ما رواہ الزمخشری عن حذیفۃ انہ استاذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قتل ابیہ وھو فی صف المشرکین فقال دعہ یلیہ غیرک انتہی وقلت بالاستحباب تطبیقا بین الاحادیث ولعل ہذا الحدیث ثابت لکن لم اطلع علی وضعہ ولا ثبوتہ فی غیر الکشاف والبیضاوی۔ وتتبعت کتب الموضوعات ۱۲

۲؎ جھڑکنے کی ممانعت قرآن کی نص صریح میں ہے اور محققین فقہاء نے ایسی صورتیں کہ والدین کسی گناہ میں مبتلا ہوں اور

وہ بد لکھا جاتا ہے۔ (یہ روایت اگر طریق معتبر سے ثابت ہو تو اس سے وہم ہو سکتا ہے کہ طاعت خالق کا درجہ اور حقوق الٰہیہ کا مرتبہ ہر موقع پر حقوق والدین سے کم ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جو شخص طاعت والدین کرے اُن امور میں کہ جہاں ان کی اطاعت جائز ہے خواہ وہ طاعت واجبہ ہو یا مستحبہ ہو تو اُسکی برکت سے حقوق الٰہیہ کا ادا نہ کرنا معاف ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ والدین کے ضروری حقوق ادا نہ کرے تو دیگر اعمال متعلق حقوق الٰہیہ ادا کرنے سے یہ نافرمانی والدین معاف نہیں ہوتی، پس نافرمان لکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حقوق العباد باوجود قدرت بغیر ادا کیے یا بغیر معافی اصحاب حقوق ساقط نہیں ہوتے کہ اللہ غنی اور بندہ محتاج ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ والدین کا غیر ضروری حکم نہ ماننے سے باوجود اطاعت حقوق الٰہیہ بندہ نافرمان لکھا جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

(۱۰) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی باپ نے اپنے بیٹے کی اس کو رنج و ایذا دینے کی شکایت کی۔ آپ نے بیٹے سے وجہ دریافت کی اور کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا باپ کا حق بہت بڑا ہے۔ انھوں نے کہا کہ موافق حکم حدیث میرے ان پر (خاص طور پر) تین حق تھے۔ نام اچھا رکھنا۔ تعلیم کرانا۔ اپنی شادی اچھی جگہ (شرعی طور پر) کرنا کہ لڑکے کو لوگ طعنہ نہ دیں۔ لوجہ ماں کے ذلیل و خراب ہونیکے انھوں نے کوئی حق ادا نہیں کیا (بغیر تعلیم کسی کا حق کیسے معلوم ہو سکتا ہے جو ادا کرے) پس حضرت فاروق اعظمؓ نے لڑکے سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ (اور فرمایا باپ سے کہ تو کہتا ہے کہ میرے بیٹا مجھے ایذا دیتا ہے بلکہ اس کے ایذا دینے سے پہلے تو اس کو ایذا دے چکا ہے، میرے سامنے سے اُٹھ جا" یہ حدیث امام فقیہ ابو اللیث نے روایت کی ہے۔ مختصر کرکے نقل کیا ہے۔ ہر شخص کے حقوق کا لحاظ شریعت میں کیا گیا ہے اور اسی کے موافق مطالبہ ہے) امام علامہ سیوطیؒ نے تذکرہ میں لکھا ہے

کہ حضرت سعیدؒ بن المسیب (یہ بڑے درجہ کے تابعی ہیں۔ علم میں کوئی تابعی اس درجہ کو نہیں پہنچا۔ اور بزرگ تھے اور صاحب کرامت تھے) نے اپنے باپ سے علیحدگی اختیار کی اور بالکل چھوڑ دیا (دینی وجہ سے) یہاں تک کہ اُن کی وفات[1] ہوگئی (حضرت موصوف کی یا اُن کے باپ کی) سبحان اللہ اللہ والے کسی کی رعایت نہیں کرتے۔ خالق اکبر کی مخالفت اُن کو گوارا نہیں گو کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔

(۱۱) ذکر کرنا والدین یا دیگر حضرات کی مالی خدمت ونیز دوسری غیر ضروری خدمتوں سے افضل ہو۔ اور علمی عبادت تو بطریق اُولیٰ افضل ہے۔ یہ مضمون حدیث سے ثابت[2] ہے۔

الحمد للہ کہ یہاں تک بخوبی ثابت ہوگیا کہ خلاف شرع حکم والدین کا ماننا جائز نہیں۔ اور وہ مقامات بھی معلوم ہوگئے جہاں اطاعت والدین فرض یا مستحب ہے۔ الغرض ہر حکم والدین کی تعمیل لازم نہیں۔ اور معتبر حدیث میں ہے کہ نزلوا الناس منازلھم یعنی لوگوں کو ان کے درجوں پر قائم کرو۔ (نہ کسی کو حد سے زیادہ بڑھاؤ اور نہ حد سے زیادہ گھٹاؤ خود افضل البشر سید الانبیاء نے اپنی حد سے زیادہ تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ کا رتبہ والدین وغیرہ سب سے زیادہ ہے) واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علیٰ سید المرسلین وآلہٖ اجمعین وسلم۔

تذییل مفید

(۱) استاد ومُرشد کا بڑا حق ہے۔ لیکن والدین سے کم ہے۔ بعضے حضرات سے

---

[1] لفظہ سعید بن المسیب ہجر اباہ حتی مات وکان الثوری یتعلم من ابی لیلی فمات ابن ابی لیلی ولم یشھد الثوری جنازۃ، وقد نقلتہ لان الاستاذ اب روحی لکن لایبلغ درجۃ الاب الحقیقی فافہم ۱۲ [2] قد جاء فی فضل الذکر

غلطی ہوئی ہے جنھوں نے استاد و مُرشد کے حق کو والدین کے حق پر ترجیح دی ہے اور والدین کے حق کو استاد و مُرشد کے حق سے کم فرمایا ہے۔ اور شاید اُن کی دلیل یہ ہوگی کہ والدین تربیت ظاہری و جسمانی کرتے ہیں اور یہ حضرات تعلیم باطنی اور تربیت روحانی فرماتے ہیں۔ اور روح و باطن کا فضل جسم پر ظاہر ہے، مگر یہ دلیل نہایت ضعیف قابل اعتماد نہیں کہ یہ جزئی فضل ہے کلی فضل نہیں پس ایک جہت سے بزرگی ہونا دوسری جہات سے افضل ہونے کے منافی نہیں۔ اور نہ کہیں قرآن و حدیث میں اس قدر اہتمام کے ساتھ اُستاد و مُرشد کے حقوق کا بیان ہے۔ جیسا کہ والدین کے حقوق کا اہتمام شدت سے فرمایا گیا ہے۔ استاد و مُرشد میں فقط تعلیم کی وجہ سے حق قائم ہوتا ہے۔ والدین بے شمار سختیوں اور بے طمع محبت سے اولاد کی پرورش کرتے ہیں باوجود اولاد کی گستاخی اور سرکشی کے اپنی اضطراری محبت سے اولاد پر شفقت کرنے سے اعراض نہیں فرماتے اور جان و دل اُن پر قربان کرتے ہیں۔ بخلاف اُستاد و پیر کے کہ تھوڑی خفگی کی بھی اس قدر برداشت دشوار ہے۔ جیساکہ والدین بے شمار سختیوں کا تحمل کرتے ہیں اور جزا بمقدار عمل ہوا کرتی ہے۔ پس چونکہ والدین کا عمل بہت بڑا ہے لہٰذا درجہ بھی بڑا ہوا۔ گو بطریق شذوذ و ندرت بعض والدین میں شفقت مرشد و استاد سے کم پائی جائے اور بعض استاد و مرشد میں والدین سے زائد شفقت پائی جائے۔ پس اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے۔ مدار حکم یہ امر نہیں ہو سکتا مدار حکم وہی ہے جو بیان ہوا۔ خوب سمجھ لو۔ اور مرشد و اُستاد کا حق دل و جان سے سعی کر کے ادا کرو کہ ان کے ذریعہ سے انسانیت

لہ فلا تلتفت الی ما قال فی عالمگیریہ ناقلاً عن شرح شرعۃ الاسلام من تقدیم حقوق الاستاد علی الابوین فانہ لیس فیہ نص ولا قیاس صحیح ولا اجماع ۱۲ منہ

اور رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ مگر حد کو ملحوظ رکھو۔ یہ مختصر مضمون اس موقع پر کافی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اُستاد کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا ضرور ہے۔ یہ غلط محض ہے۔ اور ہر موقع پر تو والدین کا بھی اتنا حق نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا سوائے عظمت اور تکریم اور ضرورت کے وقت مثل خدمت وغیرہ حضرات اُن کی خدمت کرنے کے مثل والدین ان کی اطاعت لازم نہیں۔ ہاں قدر واجب ضرور ہے اس موقع پر جہاں والدین کی اطاعت لازم ہے خوب سمجھ لو۔ اور استاد اگر فاسق یا کافر ہو تو بھی اس کی تعظیم اور ادائے حقوق میں کمی نہ کرے ہاں دل سے بُرا سمجھے۔

(۲) بیوی کے ذمہ خاوند کی خدمت اور اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم اور فرض ہے وہ کوئی مباح کام بھی ایسا نہیں کر سکتی جس میں خاوند کی خدمت وغیرہ میں خلل پڑے، دنیا میں بیوی پر خاوند کا جتنا حق ہے اتنا کسی کا کسی پر نہیں۔ جیسا کہ حدیث (مشکوٰۃ) میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ اگر میں سجدہ کرنے کا غیر خدائے تعالیٰ کے لئے حکم کرتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، یہاں سے کس قدر عظمت شوہر کی ثابت ہوئی کہ عبادت جو مخصوصات خداوندی میں سے ہے، اگر غیر خدا کے لئے روا ہوتی تو اس کا اہل شوہر کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا۔ لیکن ہر حکم خاوند کا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں خاوند کا وہ حکم جس کے نہ کرنے سے اُسے تکلیف ہو اور اس کی خدمت کا حرج ہو یا کسی کام کے کرنے سے ایسا ہو، پس ضرور ہے کہ عورت ایسے امور میں (بشرطیکہ وہ امور خلافِ شرع نہ ہوں) خاوند کی تابعداری کرے۔ اور اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور کسی طرح اُس کے حقوق میں کمی نہ کرے۔ اور یہ مضمون والدین کے حقوق کے بارہ میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے۔ بعینہٖ وہی حکم یہاں ہے۔ مگر یہاں زیادہ مؤکد ہے۔ سمجھانے کے چند مسائل نمونے کے طور پر لکھتا ہوں۔

(۱) خاوند اور زوجہ کا مال شرعاً جدا جدا سمجھا جاتا ہے۔ جس چیز کی خرید و فروخت اور ہر قسم کے تصرف کا حق زوجہ کو حاصل ہوگا وہ مال اس کا مملوک ہوگا اور جس مال پر اسی طرح زوج کا تصرف ہو وہ مال زوج کا ہے خلط ملط اور گڑ بڑ کرنے سے اگر مال حد نصاب کو پہونچ جائے تو زکوٰۃ وغیرہ ساقط نہ ہوگی۔ پس اگر خاوند کہے کہ میرا تیرا ایک ہی معاملہ ہے تو زکوٰۃ نہ ادا کیو تو ہرگز اس کا کہنا نہ مانے کہ اس میں مخالفت خداوندی ہے اور کسی مخلوق کی اطاعت مخالفت الٰہی میں جائز نہیں، لوگ اس مسئلہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔

(۲) اگر خاوند عورت کے مملوک مال جائز موقع میں صرف کرنے سے روکے تو عورت کو اس کے حکم کی تعمیل واجب نہیں جبکہ بغیر کسی وجہ شرعی روکے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ باہم فساد برپا کرنا اچھا نہیں۔ حتی المقدور خوب موافقت سے رہنا چاہئے۔ بعضے شوہر چونکہ دیندار نہیں ہوتے اس وجہ سے ایسے موقعوں پر مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے فساد سے بچنے کے لئے جائز اور مکروہ تنزیہی امور میں اس کی اطاعت کر سکتی ہے۔ ہاں فرض و واجب و سنت مؤکدہ کو اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔

(۳) بغیر اجازت شوہر کسی بزرگ سے بیعت ہونا جائز ہے، ہاں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو اُس فساد رفع کرنے کی وجہ سے یہ جائز ہے کہ بیعت نہ ہو۔ مثلاً خاوند منع کرے کہ تو بیعت نہ ہو اور وہ بیعت ہونا چاہتی ہو تو اگر باہمت ہو تو اللہ کے بھروسہ پر بیعت ہو جائے۔ لیکن پھر کوئی رنج اس وجہ سے پیش آئے تو صبر کرے۔ ناشکری نہ کرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا بڑا درجہ ہے۔ اور یہی حکم اُن کاموں کا ہے جو مکروہ تنزیہی ہیں اور خاوند اُن کے کرنے کو کہے۔

(۴) اگر خاوند مکان پر موجود ہو تو نفل روزہ و نماز بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔ اس لئے کہ شاید اُس کی خدمت میں اس وجہ سے کوتاہی ہو جاتے۔ ہاں اُس کی اجازت سے پڑھے۔ حدیث شریف میں مکان پر موجود ہونے کی قید آئی ہے۔ اگر باہر ہو تو بغیر اجازت مضائقہ نہیں۔ اور اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امور خاوند کے حقوق میں خلل انداز ہوں ان کا کرنا بغیر اس کی اجازت جائز نہیں۔ اور باقی سب کام شرع کے موافق کرنے درست ہیں

(۵) اگر شوہر کوئی جائز کام کسی اپنے قرابت دار یا کسی غیر کا عورت سے کرا دے۔ بغیر کسی مجبوری تو اس کا کرنا عورت کے ذمہ ضروری نہیں۔ مثلاً کسیکے لئے روٹی پکوائے یا کپڑا سلوائے یا کوئی ایسا ہی کام کرائے اگر کسی مجبوری سے کرائے تو چونکہ اُس کام نہ کرنے میں خاوند کو تکلیف ہوگی اس لئے ضرور ہے کہ کر دے۔ (فائدہ جلیلہ) اگر عورت کسی غیر محرم کا (بلا سخت مجبوری) کپڑا سیے تو اگر وہ شخص اچھا دیندار ہے اور کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر وہ شخص بددین ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو سینا درست نہیں۔ بعضے بدچلن لوگ سیون دیکھکر لذت حاصل کرتے ہیں۔ بطور نمونہ یہ تھوڑا سا مضمون مُبالغہ سے بچانے کے لئے لکھدیا گیا تاکہ وہ مواضع معلوم ہوں کہ جہاں اطاعت شوہر ضروری اور جہاں غیر ضروری ہے۔ ورنہ خاوند کی اطاعت شرع کے موافق جسقدر ہو بڑی عمدہ بات ہے۔ بڑا درجہ جنت میں ایسی عورت کو حاصل ہوگا۔ ہاں نوافل وغیرہ عبادات کا بھی خیال رکھے کہ اصلی مقصود پیدائش مخلوق سے طاعت الٰہی ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال کہ جس حالت میں ذکر اللہ والدین کی غیر ضروری طاعت سے افضل ہے پیشتر بیان کر چکے ہیں وہی حکم یہاں بھی ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الحمد للہ تعالیٰ کہ تذییل مفید تمام ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مقبول اور نافع فرمائے۔ بطفیل جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ضمیمہ مفیدہ از مولف در بیان حضرات مجددین امت محمدیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اسمائے گرامی حضرات مجددین ملت

نمبر	اسمائے گرامی
۱	حضرت امام الزاہدین سیدنا و مولانا امیر المومنین خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز (تابعی) رضی اللہ عنہ و ارضاہ
۲	حضرت سیدنا و مولانا امام ربانی صاحب مذہب محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
۳	حضرت ابن شریح و حضرت شیخ امام اشعری رحمہما اللہ تعالیٰ۔
۴	حضرت امام ابو بکر باقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
۵	حضرت امام العلماء مقتدی الاتقیاء رئیس الزہاد و سلطان العباد مولانا محمد بن محمد ابو حامد غزالی قدس سرہٗ
۶	حضرت امام رافعی و امام المتکلمین فخر الدین رازی رحمہما اللہ تعالیٰ۔
۷	حضرت امام المحدثین زبدۃ الکاملین شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ۔
۸	حضرت حافظ حدیث زین الدین عراقی و حضرت بجیر میلقی رحمہما اللہ تعالیٰ۔
۹	امام المحدثین مقتدائے المتصوفین شیخ المشائخ صاحب کشف و کرامات مولانا جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ و ارضاہ
۱۰	حضرت مولانا محدث علی قاری رحمۃ اللہ الباری۔
۱۱	حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ۔
۱۲	حضرت امام المسلمین قدوۃ الکاملین زبدۃ المحققین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ
۱۳	حضرت قدوۃ العارفین خلاصہ خاندان مصطفوی سیدنا و مولانا سید احمد صاحب رائے بریلوی قدس سرہٗ
۱۴	حضرت علامہ زماں قطب دوراں سیدی و مجوبی و مرشدی حافظ قاری مولوی حاجی
×	اخبث النخبہ شاہ اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ رب القوی۔

واعلم ان ہذہ الامۃ لا تتجاوز عن الخمسمأۃ بعد الالف کما جاء فی الحدیث وحققہ الامام السیوطی

و [illegible] فی سلطان السلاطین

یہ کتاب اور اور ہر قسم کی مذہبی کتب ملنے کے پتے :-	ادارہ اشرف العلوم نانک واڑہ۔ کراچی
	ادارہ اسلامیات ۱۹۰ نئی انارکلی لاہور

لہ افادہ مولانا [illegible] الحمد [illegible] [illegible] ۱۲ منہ [illegible] ہو وصال کی [illegible] [illegible] ۱۰۱۰ [illegible] کی [illegible] میں ایک مجدد ضرور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور کبھی ایک سے زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں اس کی نفی نہیں ۱۲ منہ

نمبر سلسلہ اشاعت ۲۳۰

اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ ہٰذا تالیف مجدد وقت و حکیم امت حضرت مولانا

شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اغلاط العوام

فی

باب الاحکام

سنہ ۱۳۶۸ھ

جو

مع اضافات قدیمہ و جدیدہ

جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۶۸ھ میں باہتمام احقر نور احمد اکیابی

ادارہ اشرف العلوم

نانک واڑہ کراچی سے شائع ہوا

قیمت:- چار آنہ

یہ کتاب اور حضرت مصنف کی دوسری تصانیف و مواعظ ملنے کا پتہ: ادارہ اسلامیات ۱۹۰ نئی انار کلی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَغلاطُ العَوام فی باب الاحکام

بعد الحمد والصلوٰۃ مقصود بالاظہار یہ امر ہے کہ باوجود اس کے کہ اس وقت بفضلہ تعالیٰ علم دین کا سامان یعنی کتب مطبوعہ کی دستیابی اور ارزانی پھر ان کا اردو میں ترجمہ ہو جانا، اور علماء حقانی کا جابجا وجود اور ان کا ضروریات دین پر وعظ کہنا اور بعض حضرات کا حسب ضرورت از خود یا بلانے پر جانا بھی یہ سب جس کثرت سے ہے ظاہر ہے اور محل شکر ہے۔ مگر باوجود اس کے پھر بھی اکثر عوام بلکہ بعض خواص کا عوام میں بھی بعضے ایسے غلط مسئلے مشہور ہیں جن کی کوئی اصل شرعی نہیں اور وہ اُن کا ایسا یقین کئے ہوئے ہیں کہ ان کو ان میں شبہ بھی نہیں پڑتا تاکہ علماء سے تحقیق ہی کر لیں۔ اور اکثر علماء کو بھی ان غلطیوں میں عوام کے مبتلا ہونے کی اطلاع نہیں، تاکہ وہی وقتاً فوقتاً ان کا ازالہ کرتے رہیں۔ جب نہ عوام کی طرف سے تحقیق ہو اور نہ علماء کی جانب سے تنبیہ ہو تو ان غلطیوں کی اصلاح کی کوئی صورت ہی نہ رہی۔ اس لئے مدت سے خیال تھا جو بفضلہ تعالیٰ اب ظہور میں آیا کہ ایسی غلطیوں پر جہاں تک اطلاع ہو ان کو ضبط کر دیا جائے۔ جس طرح علماء نے احادیث میں موضوعات کو مدون کیا ہے۔ یہ رسالہ فقہیات کا موضوعات ہے اور گو یہ مسائل مختلف ابواب کے ہیں مگر ترتیب وار لکھنا دشواری سے خالی نہ تھا اس لئے مخلوط طور پر لکھدیا ہے۔ بعد ضبط ہو جانے کے اگر کوئی صاحب نظر ثانی کر کے اس کا مرتب کرنا چاہیں اس وقت سہل ہوگا۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب ط

مسئلہ:۔ مشہور ہے کہ اذان نماز کے لئے مسجد میں بائیں طرف ہو اور اقامت یعنی

تکبیر داہنی طرف شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ **مسئلہ**:۔ مشہور ہے کہ غلہ کی تجارت ناجائز ہے، مگر یہ امر بالکل غلط ہے۔ البتہ جب قحط کی ایسی حالت ہو کہ غلہ قیمت سے بھی دستیاب نہیں ہوتا ہو اور اب اس کے نہ بیچنے سے خلائق کو تکلیف ہونے لگے، ایسی حالت میں غلہ روکنا حرام ہے۔ **مسئلہ** ۳:۔ مشہور ہے کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز مکروہ ہے، یہ محض بے اصل بات ہے۔ البتہ جو شخص خالی ٹوپی سے بازار اور مجمع احباب میں جاتا ہوا منقبض ہو اس کو بدون عمامہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ امام ہو یا مقتدی۔ **مسئلہ** ۴:۔ عوام میں مشہور ہے کہ بے وضو درود شریف پڑھنا درست نہیں سو یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ قرآن بھی پڑھنا بلا وضو درست ہے۔ البتہ قرآن شریف کو ہاتھ لگانا بلا وضو درست نہیں۔ **مسئلہ** ۵:۔ عوام میں مشہور ہے کہ زوجہ نے بہت دنوں تک یا عزیز کا وظیفہ پڑھا ہے سو اس کی کچھ اصل نہیں۔ **مسئلہ** ۶: مشہور ہے کہ خاوند بیوی کے جنازے کا پایہ بھی نہ پکڑے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ اجنبی لوگوں سے وہ زیادہ مستحق ہے۔ **مسئلہ** ۷:۔ بعض جگہ عوام کا یہ خیال ہے کہ بلا گواہ بھی محض مرد و زن کی رضامندی سے نکاح ہو جانے کو درست سمجھتے ہیں اور اس کا نام تن بخشی رکھا ہے۔ سو یہ گمان باطل محض ہے۔ اس طرح ہرگز نکاح نہیں ہوتا بلکہ وہ زنا ہوگا۔ **مسئلہ** ۸:۔ مشہور ہے کہ کسی کا ستر کھلا ہوا نظر پڑنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ** ۹:۔ مشہور ہے کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے بند ہو جاتا ہے سو یہ محض بے اصل ہے۔ **مسئلہ** ۱۰:۔ مشہور ہے کہ جس کی سنتیں صبح کی رہ جائیں اس کے درست ہونے کی یہ شرط ہے کہ سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھا رہے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ یہ جائز ہے کہ کسی کام میں لگ جاوے اور بعد آفتاب نکلنے کے ان کو پڑھ لے۔ **مسئلہ** ۱۱:۔ مشہور ہے کہ عصر

اور مغرب کے درمیان میں کھانا پینا بُرا ہے۔ اور اس کی تصنیف کی ہے کہ مرتے وقت یہی وقت نظر آتا ہے۔ اور شیطان پیشاب کا پیالہ پینے کے لئے لاتا ہے، سو اگر کھانے پینے کی عادت نہ ہوگی تو انکار کردے گا۔ شرع میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ۱۲:۔ مشہور ہے کہ چاند اور سورج کے گہنے کے وقت کھانا پینا منع ہے تو اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ البتہ وہ وقت توجہ الی اللہ کا ہے، اس وجہ سے کھانے پینے کا شغل ترک کردینا اور بات ہے۔ رہا یہ کہ دنیا کے تمام کاروبار بلکہ گناہ تک تو کرتا رہے اور صرف کھانا پینا چھوڑ دے، یہ شریعت کو بدل ڈالنا اور بدعت ہے۔

مسئلہ ۱۳:۔ مشہور ہے کہ میت اگر گھر میں یا محلہ میں ہو اس کو لے جانے تک کھانا پینا گناہ ہے۔ یہ بات بھی محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۴:۔ بعضی عورتیں نماز پڑھ کر جانماز کا گوشہ یہ سمجھ کر اُلٹ دینا ضروری سمجھتی ہیں کہ شیطان اس پر نماز پڑھے گا۔ سو ان میں کسی بات کی بھی اصل نہیں۔

مسئلہ ۱۵:۔ مشہور ہے کہ دو عورتوں میں سے بھوکا اُٹھنا منع ہے سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ۱۶:۔ اکثر عوام کا معمول ہے کہ مریض جب جماعت میں شریک ہوتا ہے تو تمام صف کے کنارہ پر اور بائیں طرف بیٹھتا ہے۔ گویا درمیان میں کھڑے ہونے کو بُرا سمجھتے ہیں سو یہ امر محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۷:۔ مشہور ہے کہ ایک روزہ رکھنا اچھا نہیں۔ اس مشہور کی بھی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ۱۸:۔ بعض کا خیال ہے کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہیے ورنہ تہجد جاتا رہتا ہے، سو اس کی کچھ اصل نہیں۔ اور بہت آدمی اسی وجہ سے تہجد سے محروم ہیں کہ صبح تک جاگنا مشکل ہے اور سونے کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ سو جان لینا چاہیے کہ سو رہنا بعد تہجد کے درست ہے۔

مسئلہ ۱۹:۔ مشہور ہے کہ جو شخص نیا مسلمان ہو اُس کو مُسہل دینا چاہیے۔ ورنہ وہ پاک نہیں ہوتا سو یہ بات محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۲۰:۔ مشہور ہے کہ پیر کو مریدنی سے نکاح

درست نہیں۔ یہ محض غلط ہے۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیبیوں کے پیر تھے۔ **مسئلہ ۲۱** :۔ مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہو گی سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۲** :۔ مشہور ہے کہ ہاتھ میں بید رکھنا درست نہیں، یزید نے ہاتھ میں رکھا تھا۔ یہ بھی محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۳** :۔ مشہور ہے کہ جھاؤ کی لکڑی کا استعمال درست نہیں۔ سو یہ بھی محض غلط ہے **مسئلہ ۲۴** مشہور ہے کہ میاں بیوی ایک پیر کے مرید نہ ہوں ورنہ دودھ شریک بہن بھائی ہو جائینگے۔ یہ بھی غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۵** :۔ مشہور ہے کہ میاں بی بی ایک برتن میں دودھ نہ پئیں ورنہ دودھ شریک بہن بھائی ہو جائیں گے یہ بھی غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۶** :۔ مشہور ہے کہ حرام مال مطلقاً مول لینے سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بدل لینے سے حلال ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی چیز چرائی یا پھل آنے سے پہلے خریدا پھر وہ چیز یا پھل بازار میں فروخت ہونے کے لئے آیا تو بعضے آدمی یوں سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے دام دے کر مول لیا تو وہ ہمارے لئے درست ہے اسی طرح اگر کسی نے رشوت لی۔ پھر کسی سے وہ روپیہ بدل لیا تو یوں سمجھتے ہیں کہ وہ بدلے کا روپیہ درست ہو گیا۔ سو یہ دونوں باتیں محض غلط ہیں۔ وہ مسئلہ اور ہے جس کو لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے۔ **مسئلہ ۲۷** :۔ مشہور ہے کہ دوپہر کے وقت قرآن پڑھنا ممنوع ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ نماز پڑھنا اس وقت ممنوع ہے۔ **مسئلہ ۲۸** :۔ مشہور ہے کہ زچہ جب تک غسل نہ کرے اُس کے ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ حیض و نفاس میں ہاتھ ناپاک نہیں ہوتے۔ **مسئلہ ۲۹** :۔ مشہور ہے کہ ڈھیکلی کا پانی پینا درست نہیں۔ یہ بھی محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۳۰** :۔ مشہور ہے کہ سور کے دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ **مسئلہ ۳۱** :۔ بعضے کہتے ہیں کہ جس چاقو سے جانور ذبح کیا جائے

اس سے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس چاقو میں تین کیلیں ہوں، یہ بھی محض غلط ہے۔ مسئلہ ۳۲:- بعض عوام میں مشہور ہے کہ اولاد کے ہوتے ہوئے اگر اپنی جائداد کا جزو یا کل کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو اس کے نافذ ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جائداد اس واہب کی مکسوبہ ہو۔ اگر جدی ہو تو جائز نہیں۔ یہ محض غلط ہے مکسوب وموروث کا شرعًا ایک ہی حکم ہے۔ مسئلہ ۳۳:- مشہور ہے کہ بہن اولاد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بھی محض غلط ہے۔ مسئلہ ۳۴ مشہور ہے کہ رات کے وقت درخت نہ ہلائے کہ وہ بے چین ہوتا ہے، یہ بھی محض بے اصل ہے۔ مسئلہ ۳۵:- مشہور ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھنا ناجائز ہے، سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ اتنی اٹکل ضرور ہے کہ رُخ سے بے رُخ نہ ہو۔ مسئلہ ۳۶:- بعض عوام کہتے ہیں کہ حوّا کو بُرا کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ البتہ حوّا کو بُرا کہنا جائز نہیں۔ مسئلہ ۳۷:- کہتے ہیں کہ دودھ چاول یا دودھ کھا کر سُشکر نہ کرے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ مسئلہ ۳۸:- عورتیں کہتی ہیں کہ اگر کئی عورتیں ایک جگہ کھڑی ہو کر نماز پڑھیں تو آگے پیچھے کھڑا ہونا درست نہیں۔ محض غلط ہے۔ مسئلہ ۳۹:- مشہور ہے کہ ولد الزنا کا ذبیحہ درست نہیں یہ بھی غلط ہے۔ مسئلہ ۴۰:- بعضے کہتے ہیں کہ فلاں جانور کے بولنے سے موت پھیلتی ہے۔ سو یہ محض بے اصل ہے۔ مسئلہ ۴۱:- بعض عوام کہتے ہیں کہ بقر عید کے روز قربانی کرنے تک روزہ سے رہے۔ یہ محض بے اصل ہے البتہ اپنی قربانی سے اوّل کھانا مستحب ہے۔ لیکن وہ روزہ نہیں ہے۔ نہ تو کھانا فرض ہے، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے۔ نہ روزہ کی نیت ہے۔ مسئلہ ۴۲ بعض عوام کہتے ہیں کہ چلہ کے اندر زچہ خانہ میں خاوند کو نہ جانا چاہئے سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ مسئلہ ۴۳:- مشہور ہے کہ تسبیح اس طرح سیدھی ہے اور اس طرح

اُلٹی۔ اور اس طرح پڑھے اور اس طرح نہ پڑھے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ **مسئلہ ۴۳:۔** مشہور ہے کہ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا چاہئے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۴۴:۔** بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کر کے دونوں طرف سلام بھی پھیرے یہ بھی محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۴۵:۔** بعضے کہتے ہیں کہ جس وضو سے جنازہ کی نماز پڑھی ہو اس سے پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز نہ پڑھے۔ سو یہ بھی محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۴۶:۔** بعض میں مشہور ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ یزید کی ماں نے روزہ رکھا تھا۔ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۴۸:۔** بعض عورتوں میں مشہور ہے کہ کوا وغیرہ گھڑے میں چونچ ڈال دے تو اس میں اتنا پانی بھرے کہ باہر کو نکل جائے اس سے پاک ہو جاتا ہے۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں۔ جس جانور کا جھوٹا مکروہ یا ناپاک ہے، پانی تر جانے سے بھی وہ ایسا ہی رہے گا۔ اور اگر پاک ہے تو اس کی حاجت نہیں **مسئلہ ۴۹:۔** بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام کی دو پاٹ کی چادر جس کے درمیان میں سلائی ہو درست نہیں۔ مگر یہ محض بے اصل ہے۔ مرد کو ممنوع وہ سلائی ہے جس سے کپڑے کو بدن کی ہیئت پر بنایا جاتا ہے۔ جیسے کرتہ، پاجامہ وغیرہ، **مسئلہ ۵۰:۔** بعضے لوگ بدھیا جانور کی قربانی درست نہیں سمجھتے۔ سو یہ محض غلط بات ہے بلکہ بدھیا کی تو اور زیادہ افضل ہے۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بدھیا ذبحہ کی قربانی فرمائی ہے۔ **مسئلہ ۵۱:۔** عوام میں مشہور ہے کہ اگر شوہر کے مرنے پر اس کا جنازہ گھر سے نکلنے سے پہلے اس کی عورت گھر سے دوسرے گھر چلی جائے تو جائز ہے۔ اور بعد جنازہ نکلنے کے جائز نہیں۔ گویا ان عوام کے خیال میں عدت وفات کے وقت سے شروع نہیں ہوتی، بلکہ جنازہ لے جانے کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ ۵۲ :- عوام میں مشہور ہے کہ نماز عشاء سے پہلے سو رہنے سے عشاء کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر پھر پڑھے تو قضا کی نیت کرے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ بلا عذر سونا درست نہیں۔ اور نصف شب کے بعد وقت مکروہ ہو جاتا ہےعہ۔ **مسئلہ ۵۳** :- عوام کہتے ہیں کہ میت کے غسل کے پانی پر پاؤں رکھنا درست نہیں اور اسی لحاظ سے غسل دینے کے لئے ایک لحد کھودتے ہیں کہ سب پانی اسی میں رہے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ **مسئلہ ۵۴** :- عوام کہتے ہیں کہ جو عورت حالتِ حیض میں اور زچہ مر جائے اس کو دوبارہ غسل دینا چاہئے یہ محض بے اصل ہے۔ **مسئلہ ۵۵** :- مشہور ہے کہ سوتے میں قطب شمالی کی طرف پاؤں نہ کرے، سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ **مسئلہ ۵۶** :- بعض عوام کہتے ہیں کہ پانی میں ناخن ڈوب جائے تو اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ اگر ناخن میں میل مجتمع ہو تو ایسا کرنا لطافت کے خلاف ہے۔ **مسئلہ ۵۷** :- عام دستور ہے کہ کوئی کافر عورت مسلمان ہو تو مسلمان کرتے ہی اُس کا نکاح کسی مسلمان سے کر دیتے ہیں۔ سو یہ بڑی غلطی ہے۔ اگر کافروں کی عملداری میں کوئی کافر عورت مسلمان ہو جائے تو تین حیض گذرنے سے تو اس پر طلاق پڑے گی۔ اس کے بعد پھر تین حیض عدت۔ چھ حیض کے بعد نکاح درست ہوگا۔ **مسئلہ ۵۸** :- عوام میں مشہور ہے کہ مُرید نی کو پیر سے پردہ نہیں سو یہ محض غلط ہے۔ جیسے اور مرد ہیں ایسا ہی پیر ہے۔ **مسئلہ ۵۹** عورتوں میں مشہور ہے کہ عورتیں مَردوں سے پہلے نماز نہ پڑھیں۔ سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۰** :- بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ باہر پھرنے سے وضو ٹوٹ

عہ اگر چہ سویا بھی نہ ہو۔ ۱۲

جاتا ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ بے ضرورت باہر نکلنا بُرا ہے۔ **مسئلہ ۶۱** بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ تلاوت کے دو سجدے ہونے چاہئیں۔ یعنی ایک آیت پڑھے تو دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔ سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۲**:۔ بعضی عورتیں سمجھتی ہیں کہ جس عورت کے ہاتھ میں چوڑی نہ ہو یا کم از کم ایک بھی ناخن میں مہندی نہ ہو اُس کے ہاتھ کا پانی مکروہ ہے۔ سو یہ محض غلط ہے **مسئلہ ۶۳** بعضے عوام سمجھتی ہیں کہ نیا جوتہ اور نیا کپڑا پہنے سو اُس کے ذمہ حساب ہو جاتا ہے۔ لیکن رجب سے رمضان کے آخری جمعہ تک یا آخری جمعہ کو پہننے سے وہ بیحساب ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے سب نئے کپڑے اس مدت میں پہن لے۔ بعضے کئی کئی جوڑے ایک دم پہن لیتے ہیں، سو یہ سب غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۴**:۔ بعضی عورتیں سمجھتی ہیں کہ عورت کے بائیں ہاتھ میں کوئی نشانی عورت ہونے کی جیسے چوڑی چھلا ہونا ضروری ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۵**:۔ عوام میں بہت مشہور ہے کہ نماز میں داہنا انگوٹھا سرک جانے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ بلاضرورت اُٹھانا عبث ہے۔ **مسئلہ ۶۶**:۔ بعض عورتیں صرف عدت میں نامحرم سے سر ڈھانکنے کو لازم سمجھتی ہیں اور ویسے نہیں، سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۷**:۔ بعض عوام عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۶۸**:۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر بلی نقصان بھی کرے تو بس صرف موسل میں گلا اور دُم کا باندھ کر مارنا درست ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مارا تھا۔ سو یہ مسئلہ اور حدیث دونوں غلط ہیں۔ **مسئلہ ۶۹** بہت مشہور ہے کہ جھوٹا پانی کھڑے ہو کر پینا ثواب سمجھتے ہیں۔ سو اسکی کوئی اصل نہ نظر سے گذری اور نہ کسی محقق سے سُنی **مسئلہ ۷۰**:۔ مشہور ہے کہ گالی دینے سے چالیس روز تک ایمان سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر اس مدت میں

مرجائے تو بے ایمان مرتا ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ ہاں گالی دینے کا گناہ الگ بات ہے۔ **مسئلہ[۱]**:۔ مشہور ہے کہ کسی چیز کے خریدنے کے بعد بائع سے کچھ زائد مانگنا گناہ ہے۔ جس کو رونگا کہتے ہیں۔ سو یہ غلط بات ہے۔ البتہ بائع کو تنگ کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر خوشی سے دیدے تو کچھ حرج نہیں۔ **مسئلہ[۲]** بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ عمامہ باندھنے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور بعضے بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ **مسئلہ[۳]**:۔ عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ ایک روزہ ضرور عید سے اگلے ہی دن رکھ لے ورنہ پھر وہ روزے نہ ہوں گے۔ سو یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ[۴]**:۔ عوام میں مشہور ہے کہ چراغ کا تیل ناپاک ہوتا ہے۔ مگر یہ محض بے اصل ہے۔ عجب نہیں کہ کسی نے اس سے احتیاط رکھنے کو اس بناء پر کہا ہو کہ لوگ چراغ کو جگہ بے جگہ رکھدیتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ایسا بھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ اس میں سے کتا وغیرہ چاٹ جاتا ہے۔ اس لئے اس تیل سے احتیاط کا مشورہ کسی نے دیا ہو گا۔ عوام نے اس کو یقینی ناپاک ہی قرار دے دیا۔ اور اس کی وجہ بھی بعض عوام سے سُنی گئی ہے کہ وہ جلتا ہے اس لئے ناپاک ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جلنے کو ناپاک ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ غرض دعویٰ اور دلیل دونوں مہمل ہیں۔ **مسئلہ[۵]**:۔ بعض عوام کہتے ہیں کہ سنت کے بعد نہ بولے۔ اگرچہ گھوڑے کی ٹاپ میں دبگیا ہو اس کی کچھ اصل نہیں۔ بلکہ اس پر عمل کرنے میں علاوہ فساد عقائد کے بعض اوقات کوئی واجب شرعی بھی ترک ہو جائے گا۔ مثلاً کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا یا کسی امر میں اعانت چاہی۔ **مسئلہ[۶]**:۔ بعض عوام کہتے ہیں کہ اگر گوشت میں ہڈی نہ ہو تو وہ گوشت مکروہ ہو جاتا ہے۔ یہ محض بے اصل ہے۔

مسئلہ:- عوام میں مشہور ہے کہ ذابح کے معین[1] پر بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ مسئلہ:- حقہ کے پانی کو بھی عوام ناپاک سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس سے بچنا لطافت کے لئے ضرور ہے، لیکن اس سے نجس ہونا لازم نہیں آتا۔ مسئلہ:- بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں، باپ، نانا، نانی، دادا، دادی، کو کھانا درست نہیں۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا حکم قربانی کا سا ہے۔ مسئلہ:- بعضے لوگ اذان کے سامنے سے یا دعا کے سامنے سے نکلنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسکی کچھ اصل نہیں۔ مسئلہ:- بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ نفل روزہ کی سحری نہیں۔ سو یہ غلط ہے۔ اس میں فرض اور نفل روزے سب برابر ہیں۔ مسئلہ:- غسلخانہ و پاخانے میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں۔ البتہ بلاضرورت باتیں نہ کرے۔ مسئلہ:- عوام عورتیں زچہ خانہ میں چالیس روز تک نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتیں۔ اگرچہ پہلے ہی پاک ہو جائیں۔ سو یہ بالکل دین کے خلاف بات ہے۔ چالیس دن نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ باقی اقل مدت کی کوئی حد نہیں۔ جس وقت پاک ہو جائے فوراً نماز شروع کرے۔ اسی طرح اگر چالیس دن میں بھی خون موقوف نہ ہو تو چالیس دن کے بعد پھر اپنے آپ کو پاک سمجھ کر نماز شروع کرے۔ مسئلہ بعضے عوام سے سُنا گیا ہے کہ نفل روزہ بعد نماز مغرب کے افطار کرے۔ سو اس کی کچھ بھی اصل نہیں۔ مسئلہ:- بیوی اگر شوہر کو باپ کہدے تو عوام سمجھتے ہیں کہ نکاح میں خلل آجاتا ہے۔ سو یہ محض بے اصل بات ہے۔ بلکہ اگر شوہر بھی بیوی کو ماں یا بیٹی کہدے تو تب بھی نکاح میں فرق نہیں آتا۔ البتہ بیہودہ بات ہے۔ ہاں اگر یوں کہدے کہ تو مجھ پر مثل ماں یا بیٹی کے

[1] یعنی جو شخص ذبح کرنے کے وقت جانور کو پکڑ کر بیٹھے ۱۲ محمد شفیع

ہے تو اس میں بعض صورتوں میں عورت حرام ہو جاتی ہے۔ جس کی تفصیل ضرورت کے وقت علماء سے معلوم ہو سکتی ہے۔ **مسئلہ ۸۶**:۔ بعض عوام کا خیال ہے کہ اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے اور کہا نہ جائے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو شاید زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ سو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بدون کہے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ مگر دل میں ارادہ کرنا ضروری ہے۔ **مسئلہ ۸۷**:۔ بعض عوام کا یہ خیال ہے کہ جو زیور چاندی سونے کا ہر روز پہنا جاتا ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں۔ سو جان لینا چاہئے کہ رکھا ہوا زیور اور استعمال میں آنے والا زیور سب برابر ہیں۔ سب میں زکوٰۃ ہے۔ **مسئلہ ۸۸**:۔ بعض عوام کو اس میں شبہ رہتا ہے کہ حالتِ حیض میں نکاح شاید درست نہیں ہوتا۔ سو یہ شبہ بے اصل ہے۔ اس حالت میں بھی نکاح درست ہے۔ البتہ ناف سے زانو تک اس حالت میں دیکھنا، ہاتھ وغیرہ لگانا درست نہیں۔ **مسئلہ ۸۹**:۔ بعضے زمیندار سمجھتے ہیں کہ خودرو گھاس محض روک لینے سے ملک ہو جاتی ہے۔ اور اس کا فروخت کرنا درست ہے۔ یہ دونوں باتیں محض غلط ہیں۔ **مسئلہ ۹۰**:۔ یہ بھی بعضے زمینداروں کو کہتے سنا ہے کہ پھل آنے سے پہلے بہار کا بیچنا دیسے تو درست نہیں۔ لیکن اگر بیع کے ساتھ کچھ زمین کا ٹھیکہ یعنی اجارہ بھی شامل ہو تو درست ہے۔ سو بالکل یہ بات غلط ہے۔ اس اجارہ سے وہ بیع درست نہیں ہو جاتی۔ **مسئلہ ۹۱** عام زمینداروں کا یہ خیال ہے کہ اگر رہن میں راہن زمین مرہونہ کے منافع کو حلال کر دے تو وہ حلال ہو جاتا ہے۔ سو یہ بالکل صحیح نہیں۔ بلکہ جب رہن میں انتفاع مشروط یا معروف ہوگا، حرام ہوگا۔ **مسئلہ ۹۲**:۔ عوام الناس ممانی، چچی اور سوتیلی ساس سے نکاح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ سو یہ اعتقاد

باطل ہے۔ اور یوں کوئی لحاظ کی وجہ سے ان رشتوں سے نکاح نہ کرے وہ اور بات ہے
مسئلہ ۹۳:- بعض عوام سمجھتے ہیں کہ غصہ میں یا دھمکانے کی نیت سے اگر طلاق دیدے تو طلاق نہیں پڑتی۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ **مسئلہ ۹۴**:- بعض کو دیکھا ہے ریل میں سوار ہو کر بلا عذر بھی نماز بیٹھکر یا بے رُخ پڑھ لینے کو جائز سمجھتے ہیں، سو ریل میں کوئی حکم نہیں بدلتا۔ اور جاننا چاہئے کہ تھوڑی سی دشواری بھی نہیں معمولی دقتیں تو گھر میں بھی پیش آجاتی ہیں۔ اسی طرح نمازن بیبیاں بہلی میں بیٹھکر نماز پڑھ لیتی ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں بہلی کے ٹھیرانے میں خطرہ نہ ہو وہاں زمین پر اُتر کر نماز پڑھنی چاہئے۔ پردہ برقعہ کا کافی ہے۔ **مسئلہ ۹۵**:- بعضی کپڑے یا تکیہ پر تیمم کر لیتے ہیں۔ اگرچہ اس پر زیادہ غبار نہ ہو تو یہ بالکل درست نہیں۔
مسئلہ ۹۶:- عوام متکبرین میں مشہور ہے کہ جس امام کے گھر میں پردہ نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ سو سمجھ لیا جائے کہ معترضین کی بیبیاں اگر ایک نامحرم کے روبرو بھی آتی ہوں تو اُن کو بھی بے پردہ کہا جائے گا۔ اور امام و مقتدی سب یکساں ہو گے۔ **مسئلہ ۹۷**:- عوام میں بعضے اعمال چور کے معلوم کرنے کے جائز اور حجت سمجھے جاتے ہیں۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ نہ تو جائز ہیں۔ نہ شرعاً حجت ہیں۔ اور جس فن کا وہ عمل ہے اس کے اصول سے وہ عمل قابل اعتبار نہیں۔ وہ بالکل خیال کے تابع ہے۔ حتیٰ کہ اگر دو عامل مختلف دو شخصوں پر گمان چوری کا رکھتے ہوں تو ہر عامل کے عمل کے الگ الگ نام نکل آئے گا، بلکہ اگر اُن عاملوں کو فرضی نام بھی بتلا دیے جائیں تو اس عمل سے وہی نکل آئیں گے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عمل کوئی چیز نہیں۔
مسئلہ ۹۸:- یہ عادت بہت شائع ہے کہ اگر نعوذ باللہ قرآن مجید کی بے ادبی ہو جائے تو اُس کے برابر اناج تول کر تصدق کرتے ہیں۔ اس میں

اصل مقصود تو بہت مستحسن و قرین مصلحت ہے کہ بطور کفارہ اور جرمانہ کے کچھ صدقہ دیا جاتا ہے۔ اس میں نفس کا بھی انتظام ہے کہ آئندہ احتیاط رکھے لیکن دو امر اس میں بے اصل اور قابل اصلاح ہیں۔ ایک[۱] یہ کہ قرآن مجید کو ترازو میں اناج برابر کرنے کے لئے رکھتے ہیں۔ دوسرا[۲] یہ کہ اس کو واجب شرعی سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا کریں کہ محض مصلحت مذکورہ کی بناء پر تخمینہ سے کچھ غلہ دیدیں، تو مضائقہ نہیں۔ **مسئلہ ۹۹**:۔ بعضے عوام گدھے اور گھوڑے کی جفتی کو برا سمجھتے ہیں۔ سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔ البتہ اس کی اجرت لینا جائز نہیں۔ **مسئلہ ۱۰۰**:۔ بعض عوام سے سنا گیا ہے کہ قسم کھاتے وقت بائیں ہاتھ کا انگوٹھا موڑ لیا جائے تو قسم نہیں ہوتی۔ سو یہ محض لغویات ہے۔ **مسئلہ ۱۰۱**:۔ بعضے عوام ایسے مرض میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، جس میں بدن اور کپڑا پاک رہنا مشکل ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس حالت میں نماز جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ سو یہ خیال محض غلط ہے۔ علماء سے مسائل پوچھ کر نماز پڑھنا ضرور ہے۔ ایسی حالت میں بھی نماز درست ہو جاتی ہے، جب دھونے سے سخت تکلیف ہو یا مرض بڑھنے کا ڈر ہو اور کپڑے بدلنے کے لئے زیادہ نہ ہوں، تو اسی طرح نماز درست ہو جاتی ہے۔ **مسئلہ ۱۰۲**:۔ بعض عوام سمجھتے ہیں کہ حق شفعہ رشتہ دار جدی کے ساتھ خاص ہے۔ سو یہ محض لغویات ہے۔ **مسئلہ ۱۰۳**:۔ بعض عوام کہتے ہیں کہ مسجد کا چراغ خود گل نہ کرے۔ سو یہ لغویات ہے بلکہ جب حاجت نہ رہے گل کر دینا چاہئے۔ ورنہ اسراف بھی ہے۔ اور تنہائی میں چراغ جلتا چھوڑنا منع بھی ہے۔ **مسئلہ ۱۰۴**:۔ بعض عوام کو اس کا بھی پابند دیکھا ہے کہ جب جمعہ کے لئے آتے ہیں اول مسجد میں تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر سنتیں پڑھتے ہیں گو نزدیک ہی سے آئے ہوں۔ اور گو سانس درست کرنے کی

بھی ضرورت نہ ہو۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور سانس کی درستی تھوڑی دیر کھڑے رہنے سے بھی ممکن ہے یہ کیا ضروری ہے کہ بیٹھ ہی جائیں **مسئلہ ۱۰۵** بعضے عوام محرم میں قبروں پر تازہ مٹی ڈالنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں **مسئلہ ۱۰۶**:۔ بعض عوام میں اس کا بہت اہتمام ہے کہ مُردے کو گھر کے برتنوں سے غسل نہ دینا چاہیئے۔ بلکہ کورے منگا کر غُسل دیویں۔ اور پھر ان برتنوں کو گھر میں نہ استعمال کریں۔ بلکہ مسجد میں بھیجدیں، یا پھوڑ دیں۔ یہ بھی محض بے اصل ہے۔ **مسئلہ ۱۰۷**:۔ بعضے کہتے ہیں کہ عورتوں کو استرہ سے ناپاکی کے بال لینا ممنوع ہے۔ سو یہ غلط بات ہے خواہ طبعاً مناسب نہ ہو، مگر شرعاً گناہ نہیں۔ **مسئلہ ۱۰۸**:۔ بعضے لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا مُنہ سے چراغ گُل کرنے کو یا دو کر کے کنگھا کرنے کو اگرچہ یہ اجازت ہو بُرا سمجھتے ہیں۔ اس کی بھی کچھ اصل نہیں **مسئلہ ۱۰۹**:۔ بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ اگر ذبح کی اعانت کرنے والا مثلاً جانور کو پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں۔ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔ یہ غلطیاں عوام کی تھیں، جو تقریباً سو کے شمار میں درج کی گئیں۔ اور بھی غلطیاں اس قسم کی رائج ہیں، مگر نمونہ کے لئے فی الحال اس قدر لکھدیں۔ چونکہ ایسے مضامین کہیں مدون نہیں اسلئے بہت تتبع سے لکھا جاتا ہے۔ زیادہ تتبع میں اور دیر لگے گی۔ اس لئے اس میں بھی کئی سال کی مدت گذر گئی۔ اور اب اس کا جلدی شائع ہونا مناسب تھا اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کیا گیا۔ اب بعض غلطیاں لکھے پڑھے لوگوں کی بہت ہی مختصر عدد میں لکھتا ہوں۔ اُن کے لئے یہ مختصر عدد بھی کافی ہو جائے گا کہ وہ سمجھدار ہیں۔ اسی لئے دوسرے نظائر پر بھی متنبہ ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۱۱۰:۔ بعض سے مہر کے بارہ میں سُنا ہے کہ از اثنیٰ ثلث یعنی اگر کسی

ضرورت سے دوسری بار مُہر لگانا پڑے تو تیسری بار بھی ضرور لگادے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ **مسئلہ ۱۱۱**:۔ قرآن مجید میں بعضے مقامات پر بے موقع وصل کرنے سے کفر کا فتویٰ بعض نے لکھدیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ الحمد شریف میں بعضے حروف کے وصل سے شیطان کا نام پیدا ہونا لکھدیا ہے۔ سو ان دونوں امر کی کچھ اصل نہیں۔ البتہ قواعدِ قرأۃ کے اعتبار سے یہ دونوں وصل بے قاعدہ اور قبیح ہیں۔ مگر کفر یا شیطان کے نام کا دعویٰ محض تصنیف ہے۔ **مسئلہ ۱۱۲**:۔ بعضوں کو خاص استخارہ اس غرض سے بتلاتے دیکھا ہے کہ اس سے کوئی واقعۂ ماضیہ یا مستقبلہ معلوم ہو جائے گا۔ سو استخارہ اس غرض کے لئے شریعت میں منقول نہیں کہ وہ تو محض کسی امر کے کرنے نہ کرنے کے تردد رفع کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ واقعات معلوم کرنے کے لئے۔ بلکہ ایسے استخارہ کے ثمرہ پر یقین کرنا بھی ناجائز ہے۔ **مسئلہ ۱۱۳**:۔ بعض طلبہ کو سبق کے باب میں اس کا معتقد دیکھا ہے "اذا فات السبت فات البیت"[1] سو اگر اس کو قضیہ اتفاقیہ سمجھا جائے تو خیر۔ لیکن لزومیہ سمجھنا بے اصل اور اختراع ہے۔ اور شعبہ ہے تاثیر ایام کے قائل ہونے کا جو کہ شعبہ ہے نجوم کا۔ **مسئلہ ۱۱۴**: اسی طرح بعض طلبہ کو بدھ کے روز کتاب شروع کرنے کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کو کسی روایت کی طرف مستند سمجھتے ہیں۔ سو اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ **مسئلہ ۱۱۵**:۔ بعض عاملوں کو گو وہ اہل علم ہی ہوں بعض عملیات میں دن وغیرہ کی قید کی رعایت کرتے ہوئے دیکھا ہے سو یہ شعبہ نجوم کا ہے۔ اور واجب الترک ہے۔ اور یہ خیال کہ یہ عمل کی شرط

[1] یعنی سنیچر کے دن ناغہ ہونے سے ہفتہ بھر تک ناغہ ہی چلا جاتا ہے

ہو محض یہ غلط ہے۔ میں نے ایسے اعمال میں یہ قید بالکل حذف کردی ہے۔ اور پھر بھی بفضلہٖ تعالیٰ اثر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ عمل کا اثر زیادہ تر خیال سے ہوتا ہے۔ ان قیود کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہ سب دعوے ہیں عاملوں کے۔

مسئلہ [۱۱۶]:۔ اس طرف بھی اکثر عامل التفات نہیں کرتے۔ کہ آیات قرآنیہ کو بے وضو لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح بے وضو آدمی کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں۔ اس کا لکھنا اور مس کرنا دونوں بلا وضو ناجائز ہیں۔

مسئلہ [۱۱۷]:۔ بعض کو طاعون میں اذانیں دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ [۱۱۸]:۔ حفاظ وغیرہم میں مشہور ہے کہ سورۂ براۃ پر کسی حالت میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ سو بات یہ ہے کہ صرف ایک حالت میں بسم اللہ نہیں ہے کہ اوپر سے پڑھتے پڑھتے سورۃ براۃ شروع کرے۔ باقی اگر تلاوت اسی سورۃ سے شروع کرے۔ یا درمیان میں کچھ وقفہ کر کے پھر بقیہ سورۃ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے۔

مسئلہ [۱۱۹]:۔ ذکر جہر کو بعض مشائخ بلا کسی شرط کے جائز سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کے جواز کی ایک بہت بڑی ضروری شرط یہ ہے کہ اس سے کسی نماز پڑھنے والے کا دل پریشان نہ ہو۔ اور سونے والے کی نیند خراب نہ ہو۔ اور جہاں اس کا احتمال ہو آہستہ ذکر کرے۔ اگرچہ پکار کر کرنے کی تعلیم کی گئی ہو۔

اب رسالہ ختم کرتا ہوں جن صاحبوں کو اور امور اس قسم کے معلوم ہوں کسی معتبر عالم سے اطلاع اور مشورہ کر لے۔ اس کا ضمیمہ بنانے کی اجازت دیتا ہوں بلکہ درخواست کرتا ہوں۔ اور اصلاح الرسوم کا تیسرا باب دیکھ لینے کا مشورہ دیتا ہوں فقط وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؐ (۲۰ محرم سنہ ۱۳۳۲ھ محمد اشرف علی مقام تھانہ بھون)

اغلاط العوام کا پہلا ضمیمہ

جناب قاری سید محمد یامین صاحب مدرس قرأت مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی طرف سے

مسئلہ ۱: بعض عوام سمجھتے ہیں کہ اگر کُتے سے کوئی چیز، کپڑا، برتن وغیرہ چھو جائے تو وہ چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ البتہ رال لگنے سے ناپاک ہو جائے گا۔ **مسئلہ ۲:** بعض عوام سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، رنج اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے۔ یہ محض غلط خیال ہے۔ **مسئلہ ۳:** بعض عوام کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ **مسئلہ ۴:** بعض عوام یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ چوتھے آسمان پر ہے۔ جامع مسجد دہلی اس کی نقل ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ مسجد اقصیٰ شام میں ہے۔ اور جامع مسجد دہلی اس کی نقل نہیں۔ **مسئلہ ۵:** عوام کو دیکھا ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات کہتے وقت مُنہ آسمان کی طرف اٹھایا کرتے ہیں۔ یہ بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ ۶:** اکثر عوام کو اس کا التزام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جمعہ کا پہلا خطبہ سُننے کے وقت دونوں ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور دوسرا خطبہ سُننے کے وقت دونوں ہاتھ زانو پر رکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ ۷:** اکثر عوام اور خصوصاً عورتیں مرض چیچک اور کنٹھی میں علاج کرنے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اور بعض عوام اس مرض کو بھوت پریت کے اثر سے سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ **مسئلہ ۸:** اکثر عوام کو دیکھا ہے کہ جماعت میں صف بندی کے وقت پاؤں کا انگوٹھا ملا کر صف سیدھی کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ کندھے اور ٹخنے کی سیدھ کرنے سے صف سیدھی کرنی چاہیے۔ **مسئلہ ۹:** اکثر جگہ دستور ہے کہ جنازہ دفن کرتے

وقت مُردہ کو قبر میں چت لٹا کر صرف اس کا منھ قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ قبلہ کی طرف بالکل کروٹ دیدینا چاہیے۔ **مسئلہ**:۔ اکثر عوام نزع کی حالت میں شربت پلانے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور نہ پلانیوالے کو ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ یہ ضروری ہے نہ قابل ملامت۔ **مسئلہ ۱۱**:۔ بعض عوام صبح کے وقت کسی مقام جیسے نانوتہ، کیرانہ، وغیرہ یا کسی جانور جیسے سور، سانپ وغیرہ کے نام لینے کو نحوس اور بُرا سمجھتے ہیں یہ بالکل لغو بات ہے۔ **مسئلہ ۱۲**:۔ بعضی عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلھن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو قفل لگا دے تو اس کے گھر کا تالا لگ جاتا ہے۔ یعنی ویران ہو جاتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ **مسئلہ ۱۳**:۔ بعض لوگ سلام علیک کرتے وقت ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں یا جھک جاتے ہیں۔ اور بعض مصافحہ کر کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ یہ سب خلاف شرع اور بے اصل ہے۔ **مسئلہ ۱۴**:۔ بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ جو کوئی قل اعوذ برب الناس کا وظیفہ پڑھے اس کا ناس ہو جاتا ہے یہ خیال محض غلط ہے۔ بلکہ اس کی برکت سے تو وہ مصائب سے نجات پاتا ہے **مسئلہ ۱۵**:۔ اکثر عورتیں مردوں سے پہلے کھانا کھانے کو شرعاً معیوب سمجھتی ہیں۔ یہ بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ ۱۶**:۔ بعضے عوام خصوصاً عورتیں کہتی ہیں کہ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے سے مقروض ہو جاتا ہے، یہ غلط خیال ہے۔ **مسئلہ ۱۷**:۔ بعضے عوام کسی خاص دن یا خاص وقت میں سفر کرنے کو بُرا یا اچھا سمجھتے ہیں۔ یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے۔ **مسئلہ ۱۸**:۔ اکثر عوام جمعہ کے خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنکر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ زبان سے درود شریف نہ پڑھے ہاں دل ہی دل میں پڑھ لینے کا مضائقہ نہیں۔ **مسئلہ ۱۹**:۔ اکثر عوام کہتے ہیں کہ

ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے یا جوتہ پر جوتہ چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے۔ یہ سب لغو اور مہمل خیالات ہیں۔

مسئلہ ۲۰:۔ بعض عوام کہتے ہیں کہ سرمہ کی سلائی پر تین مرتبہ سورۂ اخلاص دم کر کے آنکھوں میں سرمہ لگانا چاہیئے۔ یہ بے اصل بات ہے۔

مسئلہ ۲۱ بعض عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو مُردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اور ایک کونے میں کھڑی ہو کر دیکھتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے۔ اگر کچھ ثواب مل گیا تو خیر، ورنہ مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہیں۔ یہ محض غلط عقیدہ ہے۔

مسئلہ ۲۲ اکثر عوام کو دیکھا ہے کہ منت و نذر کی شیرینی مسجد میں لاکر عام طور پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ وہاں ان میں بعض سید اور غنی بھی ہوتے ہیں۔ پس سید اور غنی کو دینے سے نذر ادا نہیں ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲۳:۔ اکثر عوام میں دستور ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت دوسرے شخص کو کھانا کھلانے کے لئے بلاتا ہے اور اسکو منظور نہیں ہوتا تو اس کے جواب میں یہ کہا کرتے ہیں کہ بسم اللہ کرو۔ پس چونکہ اس موقع پر اس لفظ کا استعمال کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ترک کر دینا چاہیئے۔ اس کی جگہ اور کلمے جیسے بارک اللہ وغیرہ کہہ دینا چاہیئے۔

مسئلہ ۲۴ بعض عورتیں مکان کی منڈیر پر کوے کے بولنے سے کسی مہمان کی آمد کا شگون لیتی ہیں۔ یہ خیال گناہ ہے۔

مسئلہ ۲۵:۔ بعضی عورتیں ایسی عورت کے پاس کہ جس کے بچے اکثر مر جاتے ہوں۔ خود جانے اور بیٹھنے سے رُکتی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ایسی جگہ جانے سے روکتی ہیں اور یوں کہتی ہیں کہ مرت بیائی لگ جائے گی۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ ایسا کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۲۶:۔ بعض عوام خصوصاً عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہر آدمی پر اس کی عمر تیسرا، اور آٹھواں، اور تیرھواں، اور اکیسواں اور تینتیسواں اور اڑتیسواں او

تینتالیسواں اور اڑتالیسواں سال بھاری ہوتا ہے۔ یہ غلط خیال ہی اور بُرا عقیدہ ہے

اغلاط العوام کا دوسرا ضمیمہ

جناب مولوی فخر الدین احمد صاحب مدرس دوم مدرسۃ الغرباء قاسم العلوم مُرادآباد کی طرف سے

مسئلہ:۔ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ ڈوئی مارنے سے بھوکا ہو جاتا ہے۔ یعنی جس کے ڈوئی ماری جائے وہ کھانا زیادہ کھانے لگتا ہے۔ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ:۔** مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرانے سے قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا۔ یہ بھی محض بے اصل بات ہے۔ **مسئلہ** عوام میں رائج ہے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے جھاڑو لگ جائے تو وہ معیوب سمجھتا ہے۔ اور بُرا مان کر کہتا ہے کہ میں کنویں میں نمک ڈال دوں گا جس سے تیرے مُنھ پر چھائیاں پڑ جائیں گی۔ یہ بھی محض بے اصل ہے۔ **مسئلہ:۔** اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ کُتّے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلتی ہے۔ یہ محض بے اصل ہے **مسئلہ:۔** بعضے عوام کہتے ہیں کہ جمائی آنے پر ہاتھ نہ رکھنے سے شیطان مُنھ میں تھوک دیتا ہے، یہ غلط ہے۔ البتہ حدیث سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ اس وقت ہاتھ نہ رکھنے سے شیطان پیٹ میں گھسکر ہنستا ہے۔ **مسئلہ:۔** بعضے عوام نماز میں بائیں کہنی کھلی رہنے سے نماز میں خرابی آنا سمجھتے ہیں۔ یہ خاص بائیں کہنی کی تخصیص غلط ہے۔ بلکہ دونوں میں خواہ داہنی ہو یا بائیں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ضرور ہو گی۔

اغلاط العوام کا تیسرا اضافہ

از آسی منظور احمد ابن حکیم سید سردار علی۔ مقام آچھ ڈاکخانہ کوٹلہ ارباب علیخاں ضلع گجرات پنجاب۔

مسئلہ[۱]:- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جھاڑو مارنے سے مضروب علیہ کا جسم سوکھ جاتا ہے کہ جھاڑو پر تھتکار دو۔ سو یہ بات محض بے اصل ہے۔ مسئلہ[۲]:- ہمارے یہاں مروج ہے کہ جب کوئی آدمی کہیں جا رہا ہو، اور اس کو پیچھے سے بلایا جائے تو وہ لڑائی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے کہ مجھے پیچھے سے تم نے کیوں بلایا ہے۔ کیونکہ میرا کام نہیں ہوگا۔ سو اس بات کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ مسئلہ[۳]:- ہمارے یہاں عورتیں کوے کے بولنے سے مہمان آنے کا شگون لیتی ہیں۔ سو یہ بے اصل ہے۔ مسئلہ[۴]:- ہمارے یہاں عورتیں چکی کا ہتا چھوٹنے سے مہمان آنے کا شگون لیتی ہیں، سو یہ مہمل بات ہے۔ مسئلہ:- عموماً عورتوں میں مشہور ہے کہ صحنک کے آٹا اڑنے سے مہمان آتا ہے۔ سو یہ غلط محض ہے۔ مسئلہ:- بعض لوگ جوتہ پر جوتہ چڑھنے سے سفر در پیش آنے کا شگون لیتے ہیں۔ سو یہ بے اصل اور لغو بات ہے۔ مسئلہ[۵]:- مشہور ہے کہ ہاتھ کی ہتیلی میں خارش ہونے سے کچھ ملتا ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ مسئلہ:- پاؤں کے تلوے میں خارش ہونے سے سفر در پیش آنے کا شگون لیا جاتا ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔

---

[۱] مولوی صاحب کا سہو ہے ورنہ یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے محمد اسحاق غفرلہ [۲] یہ نسیان ہے ورنہ یہ مسئلہ بھی گذر چکا ۱۲ محمد اسحاق غفرلہ۔ [۳] مکرر ہے ۱۲ محمد اسحاق غفرلہ۔

مسئلہ ۹:۔ ہمارے یہاں ایک شعر مشہور ہے ؎ منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ ٭ جوتی بازی آویں ہار ٭ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ **مسئلہ ۱۰**:۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ شام کے وقت مرغا اذان دے تو اس کو فوراً ذبح کر لو۔ کیونکہ یہ اچھا نہیں۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ **مسئلہ ۱۱**:۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر مرغی اذان دے تو اسے فوراً ذبح کر دو۔ کیونکہ اس سے وبا پھیلتی ہے۔ سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ ۱۲**:۔ مشہور ہے کہ اگر کسی گھر میں لڑائی کروانی منظور ہو تو اس گھر میں قنفذ کا کانٹا رکھ دو۔ سو جب تک وہ کانٹا اس گھر میں رہے گا، اہل خانہ لڑتے رہیں گے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ **مسئلہ ۱۳**:۔ جہلاء میں دستور ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے تو عورتیں کہتی ہیں کہ ابھی جھاڑو مت دو۔ کیونکہ فلاں ابھی ابھی سفر کو گیا ہے۔ سو یہ لغو بات ہے۔ **مسئلہ ۱۴**:۔ مشہور ہے کہ مریض کے لئے جب حکیم کو بلانے جانا ہو تو گھوڑے پر زین مت لگاؤ۔ سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ ۱۵**:۔ اگر مریض کے لئے دو آدمی حکیم کو بلانے جائیں تو اسے برا سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب مریض صحتیاب نہیں ہوگا۔ سو یہ غلط بات ہے۔ **مسئلہ ۱۶**:۔ مشہور ہے کہ جب انڈا توڑا جائے تو اس پر پہلے یہ تکبیر پڑھ لی جائے ؎ سفید انڈا تر بہ تر ٭ نہ اس کی ٹانگیں نہ اس کے سر ٭ سنت خلیل اللہ اکبر ٭۔ سو اس کی اصل نہیں۔ **مسئلہ ۱۷**:۔ مشہور ہے کہ عورت کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں۔ سو یہ غلط بات ہے۔ **مسئلہ ۱۸**:۔ جب کوئی نئی دلھن کنوئیں پر پانی لینے جائے تو اس کو تاکید کی جاتی ہے کہ پہلے کنوئیں پر چراغ جلایا جائے، پھر پانی لایا جائے۔ سو یہ غلط بلکہ شرک ہے۔ **مسئلہ ۱۹**:۔ دستور ہے کہ جب کوئی کہیں جا رہا ہو اور کوئی آگے چھینک دیوے تو جانے والا واپس چلا جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اب کام نہیں ہوگا

؎ یہ مسئلہ بھی پہلے گذر چکا ہے۔ محمد اسحاق غفرلہ۔

سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۰** :- عوام میں مشہور ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح نہ کیا جائے۔ کیونکہ میاں بی بی کا نباہ نہیں ہوتا۔ سو یہ خیال خلاف شریعت ہے۔ **مسئلہ ۲۱** :- مشہور ہے کہ جب اولہ پڑے تو موسل کو سیاہ کر کے باہر پھینکدیا جائے تو اولے بند ہو جاتے ہیں۔ سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۲** :- مشہور ہے کہ خرمن میں ہاتھ دھو کر کھانا نہ کھانا چاہئے۔ اور اس سے اخذ کیا جاتا ہے کہ خرمن ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ سو یہ غلط ہے۔ **مسئلہ ۲۳** :- مشہور ہے کہ جو عورت حالتِ حیض یا حمل میں فوت ہو جائے اس کو سنگل ڈال کر دفن کیا جائے کیونکہ وہ ڈائن ہو جاتی ہے۔ اور جو اُسے ملے اُسے کھا جاتی ہے۔ سو یہ شرک ہے۔ **مسئلہ ۲۴** :- جہلاء میں رواج ہے کہ جب کسی کے یہاں تین لڑکیوں کے بعد لڑکا پیدا ہو تو اُسے مُنڈیر یا چھت پھاڑ کر تین دفعہ اوپر نیچے نکالا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ منحوس ہے۔ سو یہ بے اصل ہے۔ **مسئلہ ۲۵** :- مشہور ہے کہ جہاں میت کو غسل دیا جائے وہاں تین دن چراغ کیا جائے۔ سو یہ محض بے اصل ہے۔

تمام شد

نمبر سلسلہ اشاعت (۲۲)

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مبارکہ

حقوق الاسلام

مصنفہ

مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

بماہ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ

ادارہ اشرف العلوم ٹانک و ادارہ کراچی سے شائع ہوا

لاہور میں یہ کتاب اور جملہ مذہبی کتب ملنے کا پتہ

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ نئی انار کلی لاہور

قیمت ۳/

(سول اینڈ ملٹری پریس حسن علی آفندی روڈ کراچی)